فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ حَرَارَةً فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَبْرُدُ أَبَداً

اسلامک ایجوکیشن سینٹر کراچی

www.pairwan-e-wilayat.com

استاد بزرگوار سید جواد نقوی (حفظہ اللہ)

اسلامک ایجوکیشن سینٹر کراچی

www.pairwan-e-wilayat.com

مشخصات کتاب

نام کتاب.............حسینی عزادار

تالیف..................استادِ بزرگوار سید جواد نقوی

ناشر..................اسلامك ایجوکیشن سینٹر کراچی

اشاعت................اوّل نومبر 2014 (بمناسبت محرم الحرام1436)

تعداد..................3000

کتاب حاصل کرنے کے لیے

کراچی 0300-2796804 ، 0333-2318115

اسلام آباد0333-5100780

لاهور0312-4172789

بهاولپور0345-7057775

ٹهٹهه0300-3002900

انتساب

ادارہ اس کتاب کو عظیم

فقیہ ، فلسفی ، عارف ، مجاہد و

رہبر کبیر حضرت آیت اللّٰہ العظمٰی

امام خمینی رضوان اللّٰہ تعالٰی علیہ

کے نام منسوب کرتا ہے جنھوں نے

راہِ امام حسینؑ پر چلتے ہوئے مکتبی

عزاداری کے ذریعے اپنے زمانے کے

طاغوت کو شکست دی اور

نظامِ ولایت کو نافذ کیا.

فہرست

فصلِ سوئم: اسرارِ شبِ عاشور ٦۵

عرض ناشر

تقریباً چودہ سو سال قبل رسول خداؐ نے عربستان کے ایک خطے حجاز سے دین اسلام کی تبلیغ و ترویج کا آغاز فرمایا اور دین کے الٰہی اصولوں کی بنیاد پر ایک باوقار اُمت اسلامی تشکیل دی۔ رسول خداؐ کی رحلت کے فوراً بعد دین اسلام میں تحریفات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور لفظ ''مولا'' کا غلط معنی رائج کر کے نظامِ ولایت کو متروک و مہجور کر دیا۔ یہی تحریف باعث بنی کہ یزید جیسا طاغوت اُمت اسلامی پر مسلط ہو گیا۔ اس موقع پر سید الشہداء امام حسینؑ نے فرمایا۔

''جب اُمت یزیدیوں میں مبتلا ہو جائے تو اس وقت اسلام پر فاتحہ پڑھ دو''۔

امام حسینؑ نے یزید کے خلاف قیام کیا اور اپنے اقرباء و انصار کے ساتھ اپنی جانوں کو راہِ خدا میں قربان کر دیا۔ اس عظیم قربانی کے بعد حضرت زینب علیا سلام اللہ علیہا نے سلسلۂ عزاداری کا آغاز کیا اور اپنے خطبوں کے ذریعے یزید کے اس گھناؤنے جرم کو امت کے سامنے بے نقاب کیا اور امت کو بیدار کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ موجودہ عزاداری اسی تحریک و نہضت زینبی سلام اللہ علیہا کا تسلسل ہے جس کا مقصد اُمت سازی اور مسلمانوں میں شعور و بیداری پیدا کرنا ہے مگر افسوس کے جس طرح دین کے دیگر ارکان تحریفات کا شکار ہوئے عزاداری بھی تحریف سے محفوظ نہ رہ سکی۔

جس عزاداری کا مقصد لوگوں میں تحرک و حرکت ایجاد کرنا تھا ہمارے معاشرے میں آج وہ عزاداری خود متحجرانہ شکل اختیار کر چکی ہے۔ وہ زینبیؑ عزاداری جو طاغوتی نظام کو سرنگوں کرنے کا بہترین وسیلہ تھی اب فقط ایک رسم بن چکی ہے۔ روز عاشور جب

امام حسین علیہ السلام صدائے استغاثہ بلند فرماتے ہیں تو ہماری قوم رسم کا اختتام کرتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کوالوداع کہہ کر رخصت ہو جاتی ہے جبکہ ہماری عزاداری ''لبیک یا حسینؑ'' کے جواب کے ساتھ جاری رہنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد سے حضرت امام خمینیؒ نے حقیقی و مکتبی عزاداری کے ذریعے ایک خطے میں طاغوتی نظام کو سرنگوں کر کے امام حسین علیہ السلام کے مقصد و ہدف کو پورا کر دکھایا۔ اسی طرح لبنان میں حزب اللہ نے سیرت سید الشہداء علیہ السلام پر عمل کرتے ہوئے طاغوت کو للکارہ اور قربانیاں دیں تو پوری قوم عزت و سرفرازی سے ہمکنار ہوئی۔

انہی خطوط پر عمل پیرا آج پاکستان میں بھی ایک عالم باعمل استاد بزرگوار سید جواد نقوی حفظہ اللہ مکتبی عزاداری کو وسیلہ بناتے ہوئے قوم میں بیداری و شعور پیدا کرنے میں مصروف عمل ہیں۔

ادارہ استاد محترم آقائی سید جواد نقوی حفظہ اللہ کی 3 تقاریر کو ایک ساتھ کتابی شکل میں بعنوان ''حسینی عزادار'' قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ یہ کتاب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اول: ہمِ حسینؑ و غمِ حسینؑ

فصل دوئم: کربلا۔ عقیدت سے حقیقت تک

فصل سوئم: اسرارِ شبِ عاشور

ان مضامین میں استاد محترم نے ان رموز و نکات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جنہیں اکثر مبلغین فراموش کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے تحریکِ امام حسینؑ سے متعلق صحیح حقائق عوام تک نہیں پہنچ پاتے۔

اُستادمحترم نے اِن مضامین میں عزادارِ حسین علیہ السلام کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں اور وضاحت کی ہے کہ جو "ہم" یعنی اِرادہ ومقصد امام حسین علیہ السلام کا تھاوہی اُن کے عزادار کا ہونا چاہیے اور جو "غم" امام علیہ السلام کا تھا کہ اُمت یزید جیسے طاغوت کے سائے میں ہے وہی غم امام علیہ السلام کے عزادار کا بھی ہونا چاہیے جبکہ اس وقت عزادار صرف رسمی غم میں مبتلا ہے۔موجودہ دور میں عزادار کو عقیدت سے آگے بڑھ کر حقیقت تک پہنچنے کی ضرورت ہے اور عزادار کو ہدف امام حسین علیہ السلام کی تکمیل کے لیے امر بالمعروف ونھی عن المنکر کرتے ہوئی یزید وقت یعنی طاغوتی نظام کو نیست ونابود کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔اِسی طرح شبِ عاشور رسمی اعمال بجالانے کے لئے نہیں بلکہ عزادار کو چاہیے کہ امام علیہ السلام سے عہد کرے اور اس رات کو حاملِ امانت بنے یعنی عزادار وہ امانتیں اٹھائے جو امام حسین علیہ السلام دینا چاہتے ہیں۔

امید ہے یہ کتاب تحریک حسینیؑ وزینبیؑ کے احیاء اور مقصدِ امام حسینؑ و عزاداری سید الشہداء علیہ السلام کے حقیقی فلسفے کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگی۔

قارئین اس کتاب سے متعلق اپنی آراء سے آگاہ فرما کر رہنمائی فرمائیں تاکہ اس کار خیر میں آئندہ مزید بہتری لائی جاسکے۔

ادارہ

فصل اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقال رسول اللہؐ:

''اِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَیْنِ حَرَارَۃً فِی قُلُوبِ الْمُؤْمِنِینَ لَا تَبْرُدُ اَبَداً''

''رسول خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ شہادتِ حسینؑ، قتلِ حسینؑ وخونِ حسینؑ میں ایسی تڑپ اور حرارت موجود ہے جو ہمیشہ کیلئے مومنین کے دلوں کو گرماتی رہے گی اور ہرگز یہ تڑپ اور حرارت ٹھنڈی نہیں ہوگی۔''

صدیاں گزر گئی ہیں لیکن یہ عشق، یہ جوش، یہ ولولہ، یہ تڑپ اور یہ حرارت مسلسل بڑھ رہی ہے اور انشاء اللہ مزید بڑھتی چلی جائے گی۔ اگرچہ بعض نادان واحمق لوگ اپنی خام خیالی کی بنیاد پر بسا اوقات یہ کوشش کرتے ہیں کہ اس حرارت، تڑپ اور شعلۂ عشق کو کم کردیں، مومنین کے دلوں کو سرد کردیں اور امام حسینؑ سے دور کردیں لیکن اس کا روز افزوں ہونا قانونِ الٰہی ہے۔

زندہ دل، حرمِ خدا ہے

خداوند تبارک وتعالیٰ نے انسان کا دل بنایا، اُس دل میں اپنی محبت ڈال دی اور اُس دل کو اپنا حرم بنادیا لہٰذا جب تک یہ انسان کا دل ہے اور زندہ دل ہے اُس میں یادِ خدا ضرور رہے گی۔ اگر یادِ خدا، ذکرِ خدا، محبت خدا اور خوفِ خدا نہ ہو تو یہ دل نہیں رہتا اور جب انسان کا دل انسان کا دل نہ رہے، انسان بھی انسان نہیں رہتا۔ انسان کی انسانیت اُس کے دل کی وجہ سے ہے، اُس

کے جسم کی وجہ سے نہیں ہے اوردل اُس وقت انسانی ہوتا ہے جب اُس کے اندر یادِ خدا وخوفِ خدا موجود ہو۔خصوصاً روایات میں ہے کہ جب یہ خوفِ خدا جوانی میں انسان کے دل میں آجائے، جب خدا کسی جوان کو اپنی محبت کیلئے منتخب کرلے اور اُس کے دل میں اپنی محبت ڈال دے، اُس جوان کے اندر اپنی ذات کا عشق ڈال دے اور اُس جوان کے اندر اپنی ذات کا خوف ڈال دے تو یہ جوان کا دل خداوند تبارک وتعالیٰ کا سب سے اعلیٰ حرم ہے۔ اگرچہ دل جس عمر میں بھی خدا کیلئے تیار ہوجائے وہ حرمِ خدا ہے لیکن خصوصاً جب جوان کے دل میں عشقِ خدا آجائے تو یہ بڑا پاکیزہ دل ہے اور جب دل میں خدا کا خوف آجائے، اللہ کی محبت آجائے خدا کے اولیاء کی محبت بھی آجاتی ہے، چونکہ حبِ خدا اپنے مظاہر سے دور نہیں ہے۔

''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ'' (آل عمران. ۳۱)

اگر تم اللہ کو پسند کرتے ہو تو رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو، رسول اللہؐ کی پیروی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تمہیں پسند کرے گا۔

اور خدا جس دل کو انتخاب کرلیتا ہے اُس دل میں اپنے اولیاء کی محبت ڈال دیتا ہے اور سب سے بڑھ کر حبِ علیؑ واولادِ علیؑ ڈال دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے روایت منقول ہے اے علیؑ! کبھی بھی کوئی مومن اگرچہ اُسے شکنجوں میں جکڑا جائے، اُسے خارِ مغیلاں پر گھسیٹا جائے، اُسے

عذاب و تکلیفیں پہنچائی جائیں لیکن کبھی کوئی مومن تجھ سے نفرت نہیں کرے گا اور اگر ساری دُنیا کی لالچ کسی منافق کو دی جائے وہ کبھی تجھ سے محبت نہیں کرے گا۔

عشقِ حسینؑ، انسانیت کا معیار

بعض چیزیں خدا نے معیار قرار دی ہیں۔ حبِ حسینؑ، عشق بذاتِ حسینؑ اور تڑپ جو عاشورا و کربلا نے انسان کے دلوں میں ایجاد کی ہے یہ خداوند تبارک وتعالیٰ کا بنایا ہوا معیار ہے۔ جس دل کو خدا نے غمِ حسینؑ کی نعمت کیلئے انتخاب کرلیا اُس دل کے اندر کشش حسینؑ ڈال دی تو دراصل اُس دل کے اندر وہ حرارت ڈال دی جو اُسے ہرگز ٹھنڈا نہیں ہونے دے گی۔ انسانیت کا معیار اور علامت یہی محبتیں اور یہی غم ہیں۔ محبت کی بابت تو ہم سنتے رہتے ہیں، محبت آتی ہی اُس دل میں ہے جس دل کو محبوب کے ساتھ کوئی مناسبت حاصل ہوتی ہے لیکن اللہ کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ خدا غم کیلئے بھی دل کو منتخب کرتا ہے۔ اللہ ہر غم ہر دل میں نہیں ڈالتا۔ ہم فخر کریں اور دُعائیں دیں اُن لوگوں کو جنہوں نے ہمیں غمِ حسینؑ سے آشناء کیا ہے اور وہ لوگ جو غمِ حسینؑ کو ہمارے دلوں میں زندہ وتازہ رکھتے ہیں اور اسے ٹھنڈا نہیں ہونے دیتے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہ اہتمامِ خدا ہے۔

وسیلہ بنانا، سنتِ خدا ہے

اللہ وسیلے فراہم کرتا ہے اور بغیر سبب یا وسیلے کے کچھ کرنا اللہ کی سنت نہیں

ہے۔ کبھی کوئی کام اللہ نے بغیر وسیلے کے انجام نہیں دیا۔ یہ ذاتِ قدیر ہر کام کسی سبب کے ذریعے سے انجام دیتی ہے، اُسے آپ کو حرارت دینی ہوتی ہے تو سورج کو وسیلہ بناتا ہے، اُسے آپ کی پیاس بجھانی ہوتی ہے تو پانی کو وسیلہ بناتا ہے، اُسے آپ کی بھوک مٹانی ہوتی ہے تو کھانے کو وسیلہ بناتا ہے، اُسے آپ کو آرام دینا ہوتا ہے تو رات کو وسیلہ بناتا ہے اور اسے آپ کو رزق دینا ہوتا ہے تو دن کو وسیلہ بناتا ہے اور ہر چیز کا ایک وسیلہ بنا کر انسان کو اپنے مقرر کردہ وسیلے سے اپنی نعمتوں تک پہنچاتا ہے۔

کونسا غم نعمت ہے

خدا کے مقرر کردہ وسیلے جو ہمارے دلوں کے اندر غم حسینؑ و یادِ حسینؑ کو زندہ رکھتے ہیں وہ درحقیقت ہم پر عظیم احسان کرتے ہیں۔ اللہ انہیں وسیلوں کے ذریعے سے غم کو زندہ رکھتا ہے لیکن کونسا غم؟ وہ غم جو انسان کے دل میں تڑپ پیدا کرے، وہ غم جو انسان کے دل میں حرارت، جوش اور جذبہ پیدا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

''اِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَیْنِ حَرَارَۃً فِی قُلُوبِ الْمُؤْمِنِینَ''

مومنین کے دلوں میں شہادتِ حسینؑ، غمِ حسینؑ، ذکرِ حسینؑ اور خونِ حسینؑ ایک حرارت و تڑپ پیدا کرتا ہے۔ وہ تڑپ درحقیقت خداوند تبارک وتعالیٰ کی جانب سے نعمت ہے جو خدا کسی دل کو انتخاب کر کے اسکے اندر ڈال دیتا ہے۔

اگرچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ کئی غموں میں مبتلا ہیں، کسی کے دل میں غمِ

دُنیا ہے، کسی کے دل میں غمِ دوراں ہیں، کسی کے دل میں غمِ مال وغمِ اولاد ہے یعنی ہرایک انسان کے دل میں کسی نہ کسی چیز کا غم موجود ہے اور انسان جس طرح اپنے 'ہم' سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح اپنے غم سے بھی پہچانا جاتا ہے۔

''ہم'' کامفہوم

'ہم' عربی زبان کا لفظ ہے۔عربی زبان میں 'ہم' ہمت کو کہتے ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ تیرا ہم وغم کیا ہے یعنی تیری ہمت کیا ہے، تیراارادہ کیا ہے، تیری مراد کیا ہے، تیری جستجو کیا ہے، تیرا مقصد کیا ہے، تیرا ہدف کیا ہے، جو چیز انسان کا ہم ہوتی ہے، جو انسان کا مقصد ہوتی ہے، انسان کے اندر اُسی سے دوری کا غم بھی پیدا ہوتا ہے۔ پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ آپ کا ہم کیا ہے، جو ہم ہے وہی آپ کا غم ہے۔ اگر انسان کا ہم دُنیا ہے، انسان کا غم بھی دُنیا ہے۔ اگر ہمِ انسان اولاد ہے غمِ انسان بھی اولاد ہے، اگر ہمِ انسان شخصیت ہے غمِ انسان بھی شخصیت ہے۔ اپنے غم دیکھو اور اپنے اردگرد کے لوگوں کے غم دیکھو۔کبھی کوئی جوتے کیلئے غمگین ہے،کوئی جوڑے کیلئے غمگین ہے،کوئی موبائل کیلئے غمگین ہے، کوئی موٹرسائیکل کیلئے غمگین ہے،کوئی روزگار کیلئے غمگین ہے،کوئی ڈگری کیلئے غمگین ہے،کوئی ویزے کیلئے غمگین ہے، ہر شخص اُسی چیز کے بارے میں غم میں مبتلا ہے جس کو اُس نے اپنا 'ہم' یا اپنا مقصد بنایا ہے۔غم انسان کے دل میں اُسی وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان اپنے ہم سے دور ہوتا ہے۔ اُردو میں ہم اور ہے فارسی میں ہم اور ہے، ساری زبانوں میں لفظِ ہم استعمال ہوتا ہے لیکن

سب سے خوبصورت ہم عربی زبان کا ہم ہے۔

انسان کی قیمت

علی علیہ السلام کا فرمانا ہے کہ اے انسان! تیری قیمت وہی ہے جو تیرا 'ہم' ہے

''قَدْرُ الرَّجُلِ عَلَی قَدْرِ هِمَّتِهِ''

ہر انسان کی قیمت وہی ہے جو اُس کی ہمت ہے۔

بعض اوقات ہم کہتے ہیں بڑی قیمتی جان چلی گئی، کبھی کسی کا کوئی موبائل گم ہوتا ہے کہتے ہیں بڑا قیمتی موبائل گم ہوگیا۔ موبائل سستے بھی ہیں اور قیمتی بھی ہیں، اسی طرح انسان بے قیمت بھی ہیں اور قیمتی بھی ہیں۔ بے قیمت انسان کون ہیں اور قیمتی انسان کون ہیں؟ علیؑ فرماتے ہیں کہ جب انسانوں کی قیمت لگاؤ تو اُن کا وزن نہ تولو کہ کتنے کلو کے ہیں، جب انسانوں کی قیمت لگاؤ تو اُن کی ڈگریاں نہ تولو کہ اس کے پاس کتنی ڈگریاں ہیں، جب انسان کی قیمت لگاؤ تو اُس کا مال نہ تولو کہ اس کے پاس کتنا مال ہے، جب انسان کی قیمت لگاؤ تو اُس کا خاندان نہ تولو کہ کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے، جب انسان کی قیمت لگاؤ تو پہلے اُس کی ہمت دیکھ لو کہ اُس کا زندگی کے اندر مقصد کیا ہے۔ انسان کی قیمت انسان کے مقصد سے پیدا ہوتی ہے۔ وہی جو تیری ہمت و مقصود ہے وہی تیری قیمت ہے: اگر تو دُنیا تک پہنچنا چاہتا ہے پہلے یہ دیکھ لے دُنیا کی کتنی قیمت ہے؟ قیمتی جان کس کو کہتے ہیں؟

قیمتی نفوس کا خریدار خدا ہے

خداوندمتعال نے فرمایا کہ میں نے تمہیں جو جانیں دی ہیں یہ جانیں تمہارے اختیار میں ہیں، یہ جانیں تمہاری گروی ہیں، اپنے نفوس کو آزاد کراؤ، آزاد کرا کے ان کو قیمتی بناؤ، اتنا قیمتی بناؤ کہ اس پوری کائنات میں تمہاری جان کا کوئی خریدار نہ مل سکے، اس لئے کہ اس جان کی کوئی قیمت ادا ہی نہ کرسکتا ہو۔ جب انسان اپنی جان کو اُس نقطے پر پہنچا دیتا ہے تو اللہ کہتا ہے اس جان کا خریدار میں ہوں۔ جان سب کو اللہ نے دی ہے لیکن بعض انسانوں نے اس جان کو اتنا بے قیمت کر دیا ہے کہ اس کو ڈھیر پر پھینک دو تو بھی کوئی اُٹھانے کیلئے تیار نہیں ہے اور جس نے اس جان کو قیمتی بنا لیا اللہ اُس جان کا خریدار ہے۔

''اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ'' (التوبہ، ۱۱۱)

خدا نے مومنین کے نفوس خرید لئے ہیں!

''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ''(البقرہ، ۲۰۷)

کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو رضائے خدا کے بدلے میں دے دیا، اُن کے نفس کو اللہ نے خرید لیا اس لئے کہ خدا کے علاوہ کسی کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے۔ لہٰذا جان کو قیمتی بناؤ۔

بے قیمت انسان کا خریدار

آج کل ایک کباڑ کا کاروبار ہے۔ کباڑ یعنی ردّی چیزیں۔ جو چیزیں استعمال ہو چکی ہیں، خراب ہو چکی ہیں، خراب گاڑیاں، خراب مشینیں، خراب

آلات اور دیگر بہت ساری چیزیں جو لوگ استعمال کرتے ہیں جب وہ استعمال کے قابل نہیں رہتیں تو اُن کو کباڑ کہتے ہیں۔ آپ گاڑی لاکھوں روپے میں خریدتے ہیں لیکن جب یہ گاڑی ایکسیڈنٹ ہو کے کباڑ بن جاتی ہے تو اسکو تول کے بیچتے ہیں کیونکہ یہ کباڑ بن گئی ہے۔ کباڑ کو لوگ کوڑیوں کے بھاؤ خریدتے ہیں۔ آپ بیشک کہیں کہ میری یہ گاڑی پچاس لاکھ روپے کی تھی، کباڑیہ کہتا ہے کہ اب پانچ سو سے زیادہ کی نہیں ہے، بیچنی ہے تو دو بیچو ورنہ اپنی راہ لو۔ یہ گاڑی اس وقت پچاس لاکھ کی رہی ہوگی جب اس کے اندر ایسی صلاحیت وخصوصیت تھی جس نے اس کی قیمت پچاس لاکھ کر دی تھی لیکن تم نے اُس کو سنبھالا نہیں، تم نے اسے کباڑ بنا دیا لہٰذا اب اس کا کوئی خریدار نہیں ہے۔ اگر خریدار ہے بھی تو کباڑیہ خریدار ہے۔

اسی طرح خدا نے ہمیں جان دی اور کہا یہ جانیں تمہارے پاس ہیں، چاہو تو ان کو کباڑ بنا دو اور چاہے تو ان کو قیمتی بنا دو، اگر قیمتی بناؤ اللہ خریدار ہے اور اگر کباڑ بنا دیا کباڑیہ خریدار ہے۔

آج دیکھ لیں کہ بہت سارے لوگ ہیں جن کو کباڑیوں نے خرید لیا ہے۔ بہت سارے اپنے آپ کو کباڑ کیلئے تیار کر رہے ہیں کہ ہمیں کوئی چین کی کمپنی خرید لے، کوئی بینک خرید لے۔ اگر یہ کمپنیاں خرید لیں تو انہوں نے انسان نہیں خریدا بلکہ کباڑ خریدا ہے۔ تو نے اپنے آپ کو کباڑ بنایا ہے لہٰذا کباڑیئے نے خریدا ہے، اگر تو نے اپنے آپ کو قیمتی بنایا ہوتا تو تیرا خریدار اللہ ہوتا۔

انسان کی قیمت، اسکا ارادہ ہے

انسان کے اندر قیمت ''ہم'' سے آتی ہے۔ ''ہم'' ہمت سے ہے اور ہمت یعنی مقصد یا ارادہ۔ پکے ارادے کو ہمت کہتے ہیں، جیسے کہتے ہیں بڑا باہمت آدمی ہے یعنی اس نے ارادہ کرلیا اور اب سختیوں کے سامنے تسلیم نہیں ہورہا۔ سختیاں انسان کو نہیں توڑتیں بلکہ انسان کے ارادوں کو توڑتی ہیں، مصائب انسان کو توڑنے نہیں آتے بلکہ انسان کے ارادوں کو توڑنے آتے ہیں، مشکلات انسانوں کو نہیں توڑتیں بلکہ انسانوں کے ارادوں کو توڑتی ہیں، محرومیاں انسان کو نہیں توڑتیں بلکہ انسان کے ارادے توڑتی ہیں۔ جب انسان ارادہ کر کے توڑ دیتا ہے تو اپنی مراد سے دور ہو جاتا ہے اور جتنا مراد سے دور ہوتا ہے، اپنی قیمت اتنی ہی کم کر لیتا ہے اور آہستہ آہستہ خود کو کباڑ بنا لیتا ہے۔

ہمتِ مرداں، مددِ خدا

صاحبِ ارادہ و صاحبِ عزم بنیں۔ فارسی کا یہ محاورہ (اسے ہم نے فارسی اہلِ زبان لوگوں سے تو نہیں سنا لیکن برِ صغیر کی فارسی میں پایا جاتا ہے) جو ہم عموماً استعمال کرتے ہیں اُردو کا حصہ بن گیا ہے کہ ''ہمتِ مرداں مددِ خدا''۔ خدا کی مدد مشروط ہے یعنی وہ ہر جگہ مدد نہیں کرتا۔ خدا اپنی مدد کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ حکیم ہے، اللہ سمیع ہے، اللہ بصیر ہے، اللہ علیم ہے۔ جیسے آپ کے پاس پیسہ ہوتا ہے اور چاہتے بھی ہیں کہ کسی فقیر کو دیں لیکن آپ گداؤں کو نہیں دیتے چونکہ

آپ کو معلوم ہے گدا کو دینا ضائع کرنا ہے۔ گدا اور فقیر میں فرق ہے۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس پیسہ نہیں ہے لیکن مانگتا بھی نہیں ہے، جبکہ گدا وہ ہے جس کی جیب بھری ہوئی ہے پھر بھی مانگ رہا ہے۔ آپ کو کہا گیا ہے کہ اپنا مال فقیر کو دو، گدا کو نہ دو۔ اگر فقیر کا مال گدا کو دیا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہوں گے کہ مال کسی کا تھا اور دیا کسی اور کو۔ جس کا مال ہے اُسی کو دو۔ فقیر کون ہے؟ فقیر وہ ہے جس کو تمہیں تلاش کرنا ہے، گدا وہ ہے جو تمہاری تلاش میں نکلا ہوا ہے۔ فقراء بہت ہیں، آپ کے پڑوس میں فقراء ہیں، آپ کے رشتہ داروں میں فقراء ہیں۔ جا کر تلاش کرو اُن کی زندگیوں میں کیا کمی ہے؟ ان کی زندگیوں میں کیا مشکل ہے؟ شاید بظاہر سفید پوش ہوں لیکن اُن کی زندگی میں بڑی مشکلات ہوں۔ اُن کی زندگیوں کا سہارا بنو، اُن کے بچوں کی تعلیم و تکمیل کا سہارا بنو، اُن کی بیٹیوں کی شادیوں کا سہارا بنو، اُن کے بیماروں کے علاج کا سہارا بنو، اُن کے قرض اُتارنے کا سہارا بنو۔ کتنے لوگ قرضوں میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن کسی کو بتاتے نہیں ہیں۔ اُن کی عزت و آبرو خطرے میں ہے اور ہم اُن کا مال اُٹھا کے گداگروں کو دے دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو قیمتی بناؤ قیمت "ہم" سے پیدا ہوتی ہے، مضبوط ارادہ رکھو، صاحبِ ارادہ بنو۔ اللہ نے اپنی امداد مشروط کر دی ہے۔

مددِ خدا کی شرائط

اللہ کا فرمانا ہے میں ہر ایک کی مدد نہیں کرتا

''اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ'' (سورہ محمد، ۷)

جو میری مدد کرے گا میں اُس کی مدد کروں گا!

اللہ بے نیاز، غنی، قدیر اور قوی ہے۔ یہ اسماء اللہ ہیں۔ اللہ کے اسماء میں سے قوی (قوت والا)، قدیر (قدرت والا)، محیط (احاطے والا)، صمد (بے نیاز) اور غنی (بے نیاز) ہیں۔ جو ذات قدیر ہے، جو ذات صمد ہے وہ ذات کہہ رہی ہے اُٹھو میری مدد کرو۔ اے خدا آپ کو کس چیز کی مدد کی ضرورت ہے؟ خدا کا جواب آئے گا وہی میری مخلوق جو تمہارے پڑوس میں تھی اگر تم اُس کی مدد کرتے تو میری مدد ہوتی۔

قرآن مجید میں آیت ہے

''مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا'' (البقرہ، ۲۴۵)

کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے؟

حیرت کی بات ہے اللہ کو قرضِ حسنہ دے! اے اللہ! تو محتاج ہو گیا، تجھے قرض کی ضرورت پڑ گئی؟ قرض تو وہ لیتا ہے جو بالکل ختم ہو جائے، تو بے نیاز خدا، تو خالق و مالک خدا، تجھے قرض کی ضرورت پڑی؟ جواب آئے گا وہ تیرے پڑوس میں جو میری مخلوق میں سے تھا، جو مقروض و ضرورت مند تھا اور تجھ سے قرض مانگنے آیا تھا اگر تو اُس کو دے دیتا تو اُس قرض دینے کا شرف اتنا بڑا تھا کہ گویا تو خدا کو دے رہا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اولیاء سے کہا کہ تو میری عیادت کو کیوں نہیں آیا؟ اُن نبیِ خدا، ولی خدا

نے پوچھا اے پروردگار! تیری عیادت کو آنا سمجھ نہیں آتا۔ تُو تو مبرا ہے، تو پاک ہے، تو مقدس ہے، تو اعلیٰ ہے، تو مریض کب ہوتا ہے کہ میں تیری عیادت کو آؤں؟ جواب آیا، تیرے پڑوس میں میری مخلوق میں سے ایک شخص مریض تھا اگر تو اُس کی عیادت کو جاتا ایسا ہی تھا جیسے اللہ کی عیادت کو گیا۔

''اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ'' (سورہ محمد، ۷)

اللہ کی امداد مشروط ہے کہ تو اللہ کی مدد کر اللہ تیری مدد کرے گا۔ اللہ کس کی مدد کرتا ہے؟ اللہ مَردوں کی مدد کرتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتوں کی مدد نہیں کرتا، یہ لفظ 'ہمت مرداں' کا مطلب جنسِ مرد نہیں ہے کہ جنسِ عورت اُس سے باہر ہو جائے۔ اس مرد ہونے سے مراد مردانگی ہے۔ امیرالمومنینؑ نے اپنے لشکر کو بٹھایا، وہ لشکر جو جنگ کیلئے تیار نہیں ہوتا تھا، کبھی کہتا تھا سردی بہت ہے، کبھی کہتا تھا گرمی بہت ہے، حضرتؑ نے فرمایا کہ تم جو سردی اور گرمی سے بھاگتے ہو، تم دشمن کی تلوار کا سامنا کیسے کرو گے؟ اُن کو بٹھا کر حضرتؑ نے خطبہ دیا اور فرمایا:

''یااشباہ الرجال ولارجال''

اے مرد نما چہروں! اے مَردوں کی شکل والے نامردو! تمہارے چہرے مَردوں والے ہیں لیکن تمہارے اندر صفاتِ مردانہ نہیں ہیں، غیرت نہیں ہے، مردانگی نہیں ہے، شجاعت نہیں ہے۔ یہ مردانہ اوصاف ہیں۔ بلند ہمت انسان کو مرد کہتے ہیں، جو بلند اہداف رکھتا ہو جو بڑے مقاصد رکھتا ہو۔ خدا نے فرمایا کہ

خدا اُن کی مدد کرے گا جو بلند ہمت رکھتے ہیں، چھوٹی ہمت والوں کو خدا دوسروں کے سپرد کر دیتا ہے، کباڑیوں کے سپرد کر دیتا ہے کہ تم ان کی مدد کرو۔ کتنے لوگ ہیں جن کو اللہ نے سیٹھوں کے حوالے کیا ہوا ہے، کتنے ایسے لوگ ہیں ویلفیئر این جی اوز کے سپرد کیا ہوا ہے۔

معرفتِ خدا، بذریعہ خدا

سید الشہداءؑ دُعائے عرفہ میں فرماتے ہیں کہ اے پروردگار! مجھے اپنی معرفت اپنی ذات سے عطا فرما، مجھے اپنے آثار اور اپنی مخلوقات کے حوالے نہ کر کہ میں زمینوں کو دیکھ کر خدا کو پہچانوں، میں آسمانوں کو دیکھ کر خدا کو پہچانوں، میں ستاروں کو دیکھ کر خدا کو پہچانوں۔ اے پروردگار! تو مجھے اپنی ذات کا قرب اپنی ہی ذاتِ بابرکت سے عطا فرما، تو خود اپنی ذات کی تجلی فرما کہ حسینؑ تجھ سے تجھ کو پہچانے۔ مجھے ان کے سپرد نہ کر کہ میں ان میں بھٹکتا پھروں، کائنات میں تلاش کرتا پھروں۔

نہج البلاغہ میں امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ دو قسم کے لوگ اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مبغوض، مترود، منفور ہیں اور سب سے زیادہ خدا ان دو قسم کے لوگوں کو ناپسند کرتا ہے: ایک وہ ہے جو علم نہیں رکھتا لیکن عالم بن کر لوگوں میں آ بیٹھتا ہے اور دوسرا جس کو خدا نے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے، جس کو خدا نے دوسروں کے سپرد کر دیا ہے۔

خوش نہ ہوں کہ سفارت خانے ہماری مدد کریں، ہمیں چندے دیں، این

جی اوز کی مدد سے ہم اپنی مشکلات حل کریں، کبھی سوچا کرو کہ اے پروردگار! مجھے این جی اوز کے حوالے کیوں کر دیا؟ مجھے ویلفیئر تنظیموں کے حوالے کیوں کر دیا، اے پروردگار! وہ رزق کے وسیلے جو تو اپنے خاص بندوں کو دیتا ہے تو اُن وسیلوں سے مجھے رزق عطا فرما، عزت کے ساتھ مجھے رزق عطا فرما مجھے ان سیٹھوں کے حوالے مت کر، مجھے ان ویلفیئر سوسائٹیوں کے حوالے مت کر، مجھے یہ راشن تقسیم کرنے والوں کے حوالے مت کر، مجھے اُن کے حوالے مت کر جو مجھے ایک پاؤ آٹا دیتے ہیں اور ایک ٹن میری عزت ضائع کرتے ہیں۔

میں نے دیکھا پاکستان سے باہر پاکستان کے شہداء کے بچوں اور بیواؤں کی تصاویر مساجد میں لگی ہوئی ہیں۔ پاکستانی شیعہ شہداء اور اُن بچوں کی تصاویر مساجد کے دروازے کے اوپر لٹکی ہوئی ہیں کہ فلاں شہر میں اتنے شہید ہیں، یہ بیوہ ہے، یہ بچہ ہے، یہ فلاں ہے اور ان کی مدد کیلئے لوگ آتے جاتے صندوق میں پیسے ڈالتے ہیں۔ خدا شاہد ہے اُس مسجد میں جا کر ندامت سے سر جھک گیا، شرمندگی ہوئی یہ دیکھ کر کہ آج ہماری حالت یہ بن گئی ہے کہ ہمارے شہداء کے بچوں کی تصویروں کی عالمی سطح پر تشہیر ہو رہی ہے تا کہ لوگ ایک ایک ڈالر ان کی مدد کیلئے ڈالتے رہیں۔ خدا کیوں ان کے سپرد کر دیتا ہے؟ خوش نہ ہوا کرو کہ ہماری مدد فلاں جگہ سے ہو رہی ہے۔ اللہ ہمت والوں کی خود مدد کرتا ہے، ہمت بلند کرو۔ اگر ہمت کم ہوئی خدا کسی اور کے سپرد کر دے گا، اگر ہمت بلند ہوئی خدا اپنی تحویل میں لے لے گا اور سب کچھ عزت کے ساتھ دے گا۔

شاہین بچوں کو خاکبازی کا درس دینا

عموماً میں عرض کرتا ہوں کہ اقبالؒ کے شاہینوں سے ایک گلہ اقبالؒ کو تھا، ایک گلہ مجھے ہے۔ اقبالؒ کو گلہ کیا تھا کہ

؎ سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

یہ بچے شیر کے ہیں لیکن سبق، نصاب اور کتابیں بکریوں والی ہیں، اُستاد بکریاں، تعلیم ساری بکریوں والی اور تعلیم شیر کے بچوں کو دی جا رہی ہے۔ شیر کے بچوں کی کلاس لگتی ہے، تعلیمی نظام میں جاتے ہیں، داخلہ ہوتا ہے شیر کے بچے کا، شیر کے بچے کو جا کر کسی جگہ لومڑی کا درس دیا جا رہا ہے، کسی جگہ بکری کا درس دیا جا رہا ہے، کسی جگہ گیدڑ کا درس دیا جا رہا ہے آپ دیکھ لیں یہی درس دیا جا رہا ہے۔ شیر کے بچے کو اگر تقویٰ سکھانا ہے تو شیر والا تقویٰ سکھاؤ، بکری والا نہیں۔ بکری کو فارسی میں ''بز'' کہتے ہیں اور جس کا دل بکری والا ہو اُس کو بزدل کہتے ہیں یعنی بکری والا دل۔ بکری اور گیڈر کوئی خونخوار جانور نہیں ہے، مردہ خور ہے۔ گیڈر شکاری جانور نہیں ہے۔ گیدڑ مری ہوئی مرغی، مرے ہوئے جانور یا کسی نے کوئی شکار کیا ہوا ہو اُس کا باقی ماندہ مردار ڈھونڈتا ہے۔ گیڈر شکاری نہیں ہے لیکن اسی گیڈر کے سامنے جب بکری آ جاتی ہے یہ شکاری بن جاتا ہے۔ یعنی گیڈر میں بھی حوصلہ آ جاتا ہے کچھ کرنے کا، مارنے کا، چنگھاڑنے کا، پھاڑنے کا لیکن اس وجہ سے نہیں کہ گیڈر کے اندر اللہ نے یہ خصوصیت رکھی ہے بلکہ بکری کا ضعف دیکھ کر، بکری کی کمزوری دیکھ کر، بکری کی

بزدلی دیکھ کر "بز" کی بزدلی دیکھ کر گیڈر بھی شیر بن جاتا ہے۔ شیر کے بچوں کو جب بکریوں کا تقویٰ سکھائیں تو یہی ہوتا ہے۔

شیر کو بکری کا درس پڑھانا

علمِ دین سے مراد علمِ تقویٰ ہے۔ کہتے ہیں جوان کو متقی بنا دیا۔ پہلے کتنے انقلابی جوان نظر آتے تھے آج کل نظر نہیں آتے، پوچھتے ہیں کہاں چلے گئے؟ کہتے ہیں انہوں نے فلاں صاحب کے درسِ تقویٰ میں شرکت کی تھی، آج کل نظر نہیں آتے، یعنی کس نے شیر کو بکری بنا دیا؟ شیر کو شیر کا تقویٰ سکھاؤ، شاہین کو شاہین کا تقویٰ سکھاؤ شاہین کو مولوں کا دین نہ پڑھاؤ۔ تعلیمی اداروں کے اندر جاتے ہیں وہ شاہین کو مولے بنا رہے ہیں، شیر کو بکری بنا رہے ہیں اور بہت کامیاب تعلیمی نظام ہے۔

سرکس دیکھا ہوگا آپ نے، کس طرح وہ وحشی جنگلی جانور کو پکڑ کر اُس کو مسخ کر کے کرسی پر لا بٹھاتے ہیں۔ ہاتھی کو کرسی پر لا بٹھاتے ہیں، شیر کو کرسی پر لا بٹھاتے ہیں یہ رونے کا مقام ہے۔ جب ایک شیر آپ بلی بنا ہوا دیکھو تو ہنسو مت، روؤ چونکہ انسان نے یہ ظلم کیا، یہ ستم کیا کہ شیر کو بلی بنا کر سرکس میں تماشے کیلئے لے آیا اور اس سے بڑا ظلم انسان خود انسان کے ساتھ کر رہا ہے کہ انسان کے بچوں کو جو اقبالؒ کے بقول شاہین کے بچے تھے ان کو جب بلی بنا دیتا ہے، ان کو جب خرگوش بنا دیتا ہے، ان کو جب چوہوں جیسا درس دیتا ہے، ان کو جب بکریوں والا تقویٰ سکھاتا ہے اُس سرکس کے منظر سے بھی زیادہ قبیح منظر

ہوتا ہے، اتنا کرسی پر بیٹھا ہوا شیر برا نہیں لگتا جتنا ایک جوان جس کے اندر سے روح نکال دی گئی ہو برا لگتا ہے۔

ہم سے ہمت چھین لی گئی ہے، ہمیں بزدل بنا دیا ہے۔ دین بزدلوں والا، دُنیا بزدلوں والی، تعلیم بزدلوں والی، انتخاب بزدلوں والا، مستقبل بزدلوں والا، فیکلٹی بزدلوں والی، اُستاد بزدل ہر طرف زمین آسمان سے بزدلی ہی بزدلی ہے اور بزدلی کے اثرات آج آپ پاکستان میں دیکھ رہے ہیں، یہ ذلت بزدلی کا نتیجہ ہے، بے غیرتی کا نتیجہ ہے۔ آج جو اس ملک وملت کو سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کوئی چیز محفوظ نہیں ہے، فوج پر حملے ہو رہے ہیں، مملکت کی یہ حالت بن گئی ہے، حکمرانوں کی یہ حالت بن گئی ہے اور ملت ٹی وی پر بیٹھ کر تماشہ دیکھ رہی ہے، ٹی وی سرکس دکھاتا ہے، وہاں جانور ہیں یہاں روزانہ انسانوں کا سرکس دکھاتا ہے۔ پاکستانیوں کی یہ درگت بزدلی و بے غیرتی کی وجہ سے بن گئی ہے۔ جوانوں کا دین، دلیروں کا دین، مَردوں کا دین، شجاعوں کا دین اختیار کریں۔

کربلا بزدلوں کا میدان نہیں

کربلا بزدلوں کیلئے نہیں تھی، عاشورہ بزدلوں کیلئے نہیں ہے، عاشورہ کا کیا ربط ہے بزدلوں کے ساتھ! لیکن بزدل بھی اگر عاشورہ کی کوئی رزم بجالائے تو وہ بھی کربلائی اور عاشورائی ہو جائے گا۔ کربلا رسم نہیں ہے، کربلا بزم بھی نہیں ہے۔ یہ گمان ذہن سے نکال دو کہ ہم بزمِ عزاء منعقد کر کے کربلائی ہو جائیں

گے اور ہم رسمِ کربلا انجام دے کر کربلائی ہو جائیں گے۔ کربلا نہ بزم ہے نہ رسم ہے، کربلا رزم ہے۔ دلیروں کی رزم ہے، شجاعوں کی رزم ہے، ہمت مرداں رکھنے والوں کی رزم ہے۔ وہاں پر اگر بچہ بھی تھا تو وہ بھی مردانہ وار لڑا، اگر بوڑھا بھی تھا تو وہ بھی مردانہ وار لڑا، اگر خواتین بھی تھیں تو وہ بھی مردانہ وار لڑیں۔ کربلا بزدلوں کا میدان نہیں ہے، کوئی بزدل کربلا آیا ہی نہیں۔ کیوں فقط چھانٹی ہو کر 72 پہنچے؟ 72 لاکھ میں سے 72 پہنچے، باقی کہاں رہ گئے؟ باقی کہاں بیٹھے ہوئے تھے؟ کربلا میں فقط بہادر اور شجاع آئے۔ بہادرانہ و مردانہ ہمت پیدا کرو۔

اس قوم کا جوان جب سوچتا ہے تو بزدلوں کی طرح سوچتا ہے، جب انتخاب کرتا ہے تو بزدلوں کی طرح کرتا ہے، اپنے لئے زندگی کے میدان کا انتخاب بھی بزدلانہ کرتا ہے۔ کیا سوچتا ہے، میں کیا پڑھوں؟ کونسی فیکلٹی انتخاب کروں؟ ڈرتا ہے کہ کہیں غلطی سے ایسا مضمون نہ پڑھ لوں جس میں روٹیاں کم ہو جائیں، روٹیوں کی کمی کے خوف سے اس کا دل لرز رہا ہے۔ بزدل یہی تو ہوتا ہے بزدل کو اگر کہو تو ڈرتا ہے کہ مجھے کچھ ہو نہ جائے، اسی کو بزدل کہتے ہیں۔ اندھیرے میں نہیں جاتا کہ کہیں مجھے کچھ ہو نہ جائے، میت کے پاس نہیں بیٹھتا کہ کہیں میت مجھے اُٹھ کے دبوچ نہ لے۔ پڑھتا ہے تو ڈرتے ڈرتے پڑھتا ہے۔ منبرِ حسینیؑ جو منبرِ شجاعت و دلیری ہے اس مذہب کا عالم آتا ہے منبر پر بیٹھتا ہے ڈرتے ڈرتے بولتا ہے، یہ تو بزدلی کا منبر نہیں ہے۔

بنتِ علیؑ کی شجاعت

آپ چاہے بڑے سے بڑے دلیر پہلوان کو بھی لے کر آؤ، اُسکے ہاتھ پس گردن باندھو، اُسکی پشت پر تازیانے مارو، اُس کو اونٹ پر بٹھاؤ، اُس کی بہنوں اور اُس کی بیوی کو سر برہنہ و پابند کر کے اُس کے سامنے بازار میں کھڑا کرو، اُس کے بچوں پر ستم کر کے بازاروں میں لے آؤ اور پھر اُس سے کہو کہ تو اپنی بہن کی پرواہ بھی نہ کر، تو اپنے شہید بھائی کی پرواہ بھی نہ کر جس کا سر تیرے سامنے ہے، یہ جو تیری پشت پر تازیانے ہیں ان کی پرواہ نہ کر، اپنی ناموس کی بھی پرواہ نہ کر، اس بازار میں کھڑے ہو کر فقط دس منٹ کا خطبہ دیدے۔ کون ہے دُنیا کا شجاع انسان جو ایسے عالم میں آ کر کہ جب اُس کے بھائی کا سر نوکِ سناں پر ہو، اُس کے بیٹوں کا سر نوکِ سناں پر ہو، اُس کی بیبیاں بہنیں وہ ساری اسیر اُس کے سامنے سر برہنہ کھڑی ہوئی ہوں اور اُس کی پشت پر تازیانے برس رہے ہوں اور 72 تن کے جنازے چھوڑ کر آیا ہو اور پھر بازارِ کوفہ میں کھڑے ہو کر دلیرانہ خطبہ دے؟ علی علیہ السلام کی بیٹی کے علاوہ کوئی یہ کام کر ہی نہیں سکتا۔

اگر یہ مردانگی دکھائی تو علیؑ کی بیٹی نے دکھائی۔ کیا وہ خطبہ سن کر لگتا ہے کہ یہ وہ بی بی ہے جو کربلا سے کوفہ تک تازیانے کھاتی آئی ہے؟ کیا وہ خطبہ سن کر لگتا ہے کہ یہ وہ بی بی ہے جس کے سامنے اس کا بھائی نوکِ سناں پر ہے؟ کیا لگتا ہے یہ وہ بی بی ہے جس کے سامنے یتیمانِ شہداء بھوکے و پیاسے ہیں؟ یہ خطبہ سن کر ایسا نہیں لگتا بلکہ یہ خطبہ سن کر ایسے لگتا ہے کہ یہ ایک انتہائی دلیر و شجاع انسان

ہے جو تمام دشمنوں کو اور پورے بازار کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے

''اَلا! یَااَھلِ الکُوفه، یااھل المکرو الغدر''

اے کوفہ والو! اے مکارو! اے غدارو! اے ہزار چہرہ لوگو! سنو میری بات!

ایسی دلیری کس کے اندر ہے؟ بنت علیؑ وہاں کوئی رسم انجام نہیں دے رہی تھیں۔ کوفہ کوئی رسم گاہ نہیں تھی، کوفہ زینبؑ کی رزم گاہ تھی۔ کربلا حسینؑ کی رزم گاہ تھی کوفہ وشام زینب سلام اللہ علیہا کی رزم گاہ تھی۔

ہم نے کربلا سے رزم نکال کر اُس کو بزم بنا دیا، کربلا سے رزم جدا کر کے اس کو رسم بنا دیا۔ رزم دلیروں کا کام ہے بزم ادیبوں کا کام ہے۔ رسم سادہ لوحوں کا کام ہے، کربلا کو رزم جُو چاہئیں، کربلا کو اہل رزم چاہئیں، کربلا کو دلیر لوگ چاہئیں، کربلا کو شجاع چاہئیں۔ دلیرانہ بات کرو، ہمت پیدا کرو اپنے اندر، اپنا "ہم" بلند کرو، اپنا مقصود بڑا رکھو، اپنا مقصد عالی رکھو۔

اعلیٰ غم، عالی ہمت سے مشروط

چھوٹی چیز کی نیت مت کرو، ختم ہو جاؤ گے۔ اپنا "ہم" بلند کرو، جب تمہارا "ہم" بلند ہو جائے گا، تمہارا "غم" بھی بلند ہو جائے گا۔ پہلے خدا توفیقِ ہمت دیتا ہے پھر توفیقِ غم دیتا ہے۔ ہم یعنی اپنے مقصد تک پہنچنے کی ہمت اور پختہ ارادہ اور غم اس مقصد سے دوری پر پیدا ہونے والے احساس کا نام ہے۔ وہ احساس جو انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے کہ میں پیچھے رہ گیا اس کو غم کہتے

ہیں۔غم یہ نہیں ہوتا کہ وہ آگے چلا گیا،غم یہ ہوتا ہے کہ میں پیچھے رہ گیا ہوں۔غم فقدان کی وجہ سے ہوتا ہے،غم ہجران کی وجہ سے ہوتا ہے،غم پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اپنے "ہم" بلند کرو اور اپنے "غم" بھی بلند کرو۔آپ کو روٹیوں کا غم نہ ہو،آپ کو جوتوں کا غم نہ ہو،آپ کو لباس کا غم نہ ہو،آپ کو نوکری کا غم نہ ہو،آپ کو لباس کا غم نہ ہو،آپ کو ملازمت کا غم نہ ہو،آپ کو خواہشات کا غم نہ ہو،آپ کو ہوس کا غم نہ ہو،آپ کو شہوات کا غم نہ ہو۔اگر خدا نے آپ کو بلند ہمت عطا کی ہے تو غم بھی اُتنا ہی بلند پیدا کرو۔

غمِ حسینؑ کا مفہوم

غمِ حسینؑ سے مراد یہ نہیں کہ حسینؑ کے قتل کی وجہ سے ہمیں غم وافسوس ہو رہا ہے، یہ احساساتی غم ہے۔غمِ حسینؑ سے مراد یہ ہے کہ وہ "ہم" جو حسینؑ کا تھا، حسینؑ کے پیروکار کا ہو جائے اور وہ "غم" جو حسینؑ کا تھا وہ حسینؑ کے پیروکار کے دل میں آ جائے۔حسین علیہ السلام کا "ہم" بھی تھا،حسین علیہ السلام کا "غم" بھی تھا۔ عزادارِ حسینؑ کس کو کہتے ہیں؟ عزادارِ حسینؑ وہ ہے جس کا ہم وغم وہی ہو جائے جو حسینؑ کا ہم وغم تھا۔حسین علیہ السلام کو یہ غم نہیں تھا کہ میرا بیٹا مارا جائے گا، میں پیاسا رہ جاؤں گا، مجھ سے روٹی چھن جائے گی، میری ناموس اسیر ہو جائے گی۔حسین علیہ السلام کو غم یہ تھا کہ میں صاحبِ عزت حسینؑ، میں امامِ اُمت حسینؑ، میں رہبرِ الٰہی حسینؑ اور میں اس زمانے میں رہوں کہ جس کے اوپر یزید کا سایہ ہو! یزید کے سائے میں رہنا حسینؑ کا سب سے بڑا غم تھا۔یزید کے سائے میں

رہنا غمِ حسینؑ ہے۔

اہلبیتؑ کے غم اور ہمارے غم

خدا غمِ حسینؑ اس دل میں ڈالتا ہے جس دل میں ہم حسینؑ ڈالتا ہے۔ یہ توفیقِ الٰہی ہے۔ امامِ پنجم حضرت امام محمد باقرؑ کا فرمانا ہے کہ جب عیدالفطر و عیدالاضحیٰ کا دن آتا ہے تو ہم آلِ محمدؐ کا غم تازہ ہوجاتا ہے۔

امامِ باقر علیہ السلام گواہِ کربلا اور کربلا کے عینی شاہد ہیں، روایات میں ہے کہ اُس وقت امامؑ کی عمر تین سال کی تھی یا پانچ سال کی تھی۔ اُس بچپن میں امام باقر علیہ السلام کربلا میں موجود تھے۔ کربلا کے عینی شاہد یہ فرمارہے ہیں کہ جب عید کا دن آتا ہے ہم آلِ محمدؐ کا غم تازہ ہوجاتا ہے۔ راوی نے پوچھا کونسا غم؟ کیا شہدائے کربلا یاد آجاتے ہیں، امامؑ نے فرمایا اُنہیں تو ہم بھولتے ہی نہیں ہیں، وہ غم نہیں۔ یوں نہیں کہ مجھے اپنے جَد یا اپنے عزیز یاد آجاتے ہیں وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں ہیں، عید کے دن ہمارا یہ غم تازہ ہوجاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ روزِ عید، روزِ امام مسلمین، روزِ رہبر مسلمین، یومِ امام مسلمین کو وہ مسند جو خدا نے ہمارے لئے بنائی ہے اُس کے اوپر طاغوت بیٹھا ہوا دیکھتے ہیں ہمارا غم تازہ ہوجاتا ہے۔ غمِ امام باقرؑ وہ نہیں ہے جو میرے اور آپ کے غم ہیں۔ معمولی انسان اور معصوم میں یہی تو فرق ہے، ہم ایک طرف سے کہتے ہیں وہ معصوم ہیں اور دوسری طرف سے ہم اُنہیں اپنے جیسا سمجھنا شروع کردیتے ہیں، اگر تو نے یہ کہا کہ امامِ باقرؑ کا غم وہی ہے جو میرا غم ہے پھر امامِ باقرؑ

تیرے جیسے ہو جائینگے۔

ہماری خواتین کے غم کیا ہیں؟ پتہ نہیں بیٹی کی شادی ہوگی یا نہیں ہوگی، بیٹے کو اچھی عورت ملے گی یا نہیں ملے گی اور بیٹی کے لئے غم یہ ہے کہ اس کا جہیز پورا ہوگا یا نہیں ہوگا، یہ شوہر کے گھر میں آباد ہوگی یا نہیں ہوگی، اب جب آباد ہوگی تو خدا ان کو بچہ دے گا یا نہیں دے گا، یہ ہماری خواتین کے غم ہیں!

اہل بیت علیہم السلام کی خواتین کے یہ غم نہیں ہیں۔ یہ پست غم ہیں یہ میرے اور آپ کے غم ہیں، یہ کم ہمت لوگوں کے غم ہیں۔ بلند ہمت لوگوں کے غم بھی بلند ہوتے ہیں۔ خدا نے اُن کو اُن غموں کیلئے انتخاب کیا ہے۔ وہ غم جو انبیاء کے دلوں میں ڈالے، وہ غم جو آئمہؑ کے دلوں میں ڈالے، وہ غم جو اولیاء کے دلوں میں ڈالے اور پیروانِ اولیاء کو اللہ نے انتخاب کیا تا کہ یہ غم مٹنے نہ پائیں۔ غمِ حسینؑ، حسینؑ کی شہادت سے شروع نہیں ہوتا، غم حسینؑ، حسین علیہ السلام کی زندگی میں شروع ہوتا ہے۔ غمِ حسینؑ کیا ہے؟ غمِ حسینؑ وہ ہے جس نے حسینؑ سے گھر چھڑوایا، جس نے حسینؑ سے ناناؐ کا روضہ چھڑوایا، جس نے حسینؑ سے ماں کا مقبرہ چھڑوایا، جس نے امامِ حسنؑ کی قبر چھڑوائی، جس نے حسینؑ سے مدینہ چھڑوایا، جس نے حسینؑ سے مکہ چھڑوایا، کعبہ چھڑایا ہے، جس نے حسینؑ سے اپنا کنبہ چھڑوایا ہے۔ وہ غم کیا تھا؟ وہ غم یہ تھا کہ میں امامِ عزت ہوتے ہوئے ذلت کی زندگی بسر کروں! یہ غم ہے حسینؑ کا۔ امام میں ہوں سایہ یزید کا ہو! یہ امام حسینؑ کا غم تھا۔

غمِ حسینؑ کی معرفت

غمِ حسینؑ کیلئے خدا نے آپ لوگوں کو چنا ہے لیکن پہلے یہ سمجھو غمِ حسینؑ کیا چیز ہے، غمِ حسینؑ کی معرفت پیدا کرو، غمِ حسینؑ احساسات نہیں ہیں، جذبات نہیں ہیں، غمِ حسینؑ بہت گہرا ہے، غمِ حسینؑ کیلئے خدا جس دل کو انتخاب کرلے وہ دل الٰہی ہوجاتا ہے۔ جس طرح حسینؑ سے غمِ حسینؑ نے گھر چھڑا دیا آج بھی جس انسان کے دل میں غمِ حسینؑ آجائے گا اُس سے آج بھی غمِ حسینؑ گھر چھڑوا دے گا، آج بھی غمِ حسینؑ اُس سے زندگی چھڑوا دے گا، آج بھی غمِ حسینؑ اُس سے چین چھڑوا دے گا۔

رسمی غم اور حقیقی غمِ حسینؑ

آج ہم رسمی غم مناتے ہیں۔ صرف موت کی خبر ہمیں غمگین کررہی ہے، جبکہ ہمیں اُس چیز کا سوگوار ہونا چاہئے جس پر خود حسینؑ سوگوار ہیں، جس کا غم خود حسینؑ منا رہے ہیں۔ لیکن ہم فقط رسم بجالاتے ہیں، پہلی محرم کو غم کا آغاز کرتے ہیں اور دس محرم کو ابھی حسینؑ میدانِ کربلا میں کھڑے ہیں ندائے استغاثہ بلند کررہے ہیں، تنہا رہ گئے ہیں اور حسینؑ بلا رہے ہیں

''این فرسان الھیجہ''

میرے شیر کہاں ہیں؟ میرا اکبرؑ کہاں ہے؟ میرا عباسؑ کہاں ہے؟ میرا حبیب کہاں ہے؟ میرا مسلم ابن عوسجہ کہاں ہے؟ جب حسینؑ طلب کررہے ہیں فرسان الھیجہ کو، اپنے شیروں کو، اپنے دلیروں کو اُسی وقت ہم یہاں پر

بیٹھ کر الوداع کا ماتم کر کے سلام پڑھ کے گھر کو چلے جاتے ہیں۔ کس نازک موقع پر الوداع کرتے ہو؟ دس محرم کو ہم اپنی عزاء کو سب کچھ سمیٹ کر ختم کر دیتے ہیں، دس محرم کو ہم اپنا عزاخانہ بند کر دیتے ہیں، دس محرم کے بعد اختتام ہو گیا۔ جس دن حسینؑ کا غم شروع ہوتا ہے ہماری رسم ختم ہو جاتی ہے۔ اگر ہمیں عزاداری کے اندر وہ غم لے کر آتا جو حسینؑ کو مدینے سے کربلا لایا تھا تو ہم کبھی بھی ٹِک کر آرام سے نہ بیٹھتے، ہم کبھی بھی اختتام نہ کرتے، ہم کبھی بھی حسینؑ کو الوداع نہ کہتے، ہم کبھی بھی نہ کہتے اے حسینؑ! اس سال یہ ماتم کافی ہو گیا اگلے سال زندہ رہے تو پھر آئینگے، اگر نہ آ سکے تو یہی ماتم ہے قبول فرما، یہ کبھی بھی نہ کہتے بلکہ کہتے اے حسینؑ! جس طرح تو گھر سے نکلا پھر گھر لوٹ کر نہیں آیا میں بھی تیری راہ میں نکلا ہوں اب کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا۔

غمِ آئمہؑ طاھرین کی حقیقت

ہم کیا سمجھتے ہیں اہلبیتؑ کے غم کیا تھے؟ علیؑ کا غم کیا تھا؟ علیؑ کا غم وہ نہیں تھا جو ہمارا غم ہوتا ہے۔ علیؑ کو گھر کا غم نہیں تھا، علیؑ کا یہ غم نہیں تھا کہ میرے بچے شہید ہو جائینگے، بلکہ علیؑ کا غم وہ تھا جو انہیں پچیس سال عالمِ تنہائی میں رلاتا رہا۔ غمِ فاطمہ سلام اللہ علیہا باغِ فدک یا فقط چند کھجوروں کے درخت نہیں تھے، یہ تو صرف حق کی طرف متوجہ کرنے کا ایک بہانہ تھا۔ غمِ فاطمہ سلام اللہ علیہا یہ تھا کہ اعلانِ غدیر ساری اُمت نے سنا اور دو مہینہ دس دن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہاں سے رحلت ہو گئی اور یہ اُمت اپنی تمام رسومات میں مبتلا ہے لیکن ولایت علیؑ بھول گئی ہے۔ یہی غم

فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اس دُنیا سے لے کر چلا گیا، یہ غم حسنؑ تھا، یہ غمِ حسینؑ تھا۔ آج امامِ زمانہؑ کا غم میرے اور آپ جیسا نہیں ہے۔ امامِ زمانہؑ کا غم سارے آئمہؑ کا غم ہے۔ یہ امامؑ وارثِ غم آئمہؑ ہیں۔ جو غم ہر معصومؑ کو تھا وہ سارا غم آج امامِ زمانہؑ کے قلبِ نورانی میں ہے۔ امامِ زمانہؑ کا غم یہ ہے کہ جس کیلئے ہمارے اجداد نے اتنی قربانیاں دیں وہ مقصد آج بھی حاصل نہیں ہو رہا۔ امامِ زمانہؑ کا غم یہ ہے کہ میں بارہ سو سال سے پردۂ غیبت میں منتظر بیٹھا ہوں کہ کب وہ نسل پیدا ہوتی ہے، کب وہ جوان پیدا ہوتا ہے جو آ کر امامِ زمانہؑ کو اس غم سے بچائے، اس غم سے نکالے اور وہ میدان ہموار کرے تا کہ ظہورِ عدالت و ظہورِ امامؑ ہو جائے اور امامؑ آ کر اس سارے غم کی تلافی کر دیں جو تاریخ بھر میں چھایا رہا۔ امامؑ کا حقیقی غم یہ ہے، امامؑ ان واقعات سے غمگین نہیں ہیں جنہیں ہم باعث سمجھتے ہیں۔

غم کا مقصد سے متناسب ہونا

آئمہ اور اولیاء کے غم بڑے غم ہوتے ہیں۔ بڑے غم خدا ان لوگوں کو دیتا ہے جن کے "ہم" بڑے ہوتے ہیں، جن کی ہمتیں بڑی ہوتی ہیں، جن کے ارادے بڑے ہوتے ہیں۔ خدا نے روٹیوں کا "غم" ہر ایک کے اندر ڈال دیا، خدا نے ہر عورت کے اندر احساساتی غم ڈال دیا، ہر وہ شخص، وہ چہرہ جس کو نسوانی شکل دی اُس کے اندر خدا نے یہ غم بھی ڈال دیئے، بچوں کے غم، بچوں کے کپڑوں کے غم، بچوں کی زندگیوں کے غم، بچوں کی شادیوں کے غم، بچوں کی

مشکلات کے غم ، بچوں کی بیماریوں کے غم ، یہ ہر عورت کے اندر موجود ہیں لیکن غمِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا الگ ہے، غمِ زینب عُلیا الگ ہے، غمِ خدیجہ کبریٰ سلام اللہ علیہا الگ ہے اُن غموں کا وارث کون بنے گا ؟ وہ غم خدا ہر دل میں نہیں ڈالتا۔ جس کا ہم خدا ہو جائے اُس کا غم بھی خدا ہو جاتا ہے، جس کا " ہم " حسینؑ ہو جائے اُس کا " غم " بھی حسینؑ ہو جاتا ہے، جس کا " ہم " دین ہو جائے اُس کا " غم " بھی دین ہو جاتا ہے، جس کا مقصد دین ہو جائے اُس کا " غم " بھی دین ہی ہوتا ہے، جس کا ہم اسلام ہو جائے اُس کا غم بھی اسلام ہو جاتا ہے۔

سید الشہداء علیہ السلام سے اس غم نے گھر چھڑوایا اور سید الشہداء علیہ السلام نے ہل من ناصر مانگے ، ناصر کون ہیں؟ کون آ کر وارثِ غمِ حسینؑ بنے ؟ یہ غم کون اُٹھائے ؟ بقول حافظ شیرازی کے

پر دل می باید بار غم کشد

رخش می باید تن رستم کشد

یعنی کوئی ایسا عاشقانہ دل ہو، کوئی بڑا دل ہو جس دل کو خدا نے بہت وسعت و شرح عطا کی ہو تا کہ وہ بارِ غم اُٹھا سکے۔ غم کا بوجھ الٰہی بوجھ ہے

پر دل می باید بار غم کشد

غمِ حسینؑ منتظرِ وارثان ہے

وہ دل چاہیے جو اس غم کا بوجھ اُٹھا سکے۔ غمِ حسینؑ منتظر ہے کب وہ نسل پیدا ہوتی ہے کہ خدا اُس کو امینِ غمِ حسینؑ بنا دے۔ غمِ حسینؑ ، وہ غم جو حسینؑ کے دل

میں تھا وہ حسینؑ کے دل سے حسینؑ کے پیروکاروں کے دل میں منتقل ہو جائے، اُس غم کا وارث بننے اور اس کو برداشت کرنے کیلئے اور بڑے غم جھیلنے پڑتے ہیں۔ حسینؑ وارثِ انبیاءؑ ہیں، وارثِ آدمؑ ہیں، وارثِ نوحؑ ہیں، وارثِ ابراہیمؑ ہیں، وارثِ اسماعیلؑ ہیں، وارثِ موسیٰؑ ہیں، وارثِ رسول اللہؐ ہیں۔ زیارتِ وارثہ میں پڑھتے ہیں آپ، کیا وراثتیں ملی حسینؑ کو ان انبیاءؑ سے؟ جائیدادیں اور اموال نہیں، حسینؑ کو وراثت میں یہی غم ملا ہے۔ غمِ ابراہیمؑ کے وارث حسینؑ ہیں، غمِ نوحؑ کے وارث حسینؑ ہیں، غمِ آدمؑ کے وارث حسینؑ ہیں، غمِ موسیٰؑ کے وارث حسینؑ ہیں، غمِ عیسیٰؑ کے وارث حسینؑ ہیں، غمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وارث حسینؑ ہیں اور آج حسینؑ کھڑے ہوکر کربلا میں اپنے غم کا وارث مانگ رہے ہیں۔

"هل من ذابٍ يذب عن حرم رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم"

کوئی ہے وارثِ غمِ حسینؑ جو حسینؑ کا غم آکر اُٹھائے، حاملِ غمِ حسینؑ بن جائے۔

غمِ حسینؑ اور اہلبیتؑ کے مصائب

حسینؑ نے بہت غم اُٹھائے اس ایک غم کو باقی رکھنے کیلئے جو ساری اُمت کے دل میں مرگیا تھا مگر حسینؑ کے دل میں زندہ تھا۔ حاجیوں کے دل میں مرگیا تھا، نمازیوں کے دل میں مرگیا تھا، زائرین کے دل میں مرگیا تھا، رسوماتیوں کے دلوں میں مرگیا تھا، یہ غم صرف حسینؑ کے دل میں زندہ تھا اس لئے صرف

حسینؑ آئے اور وہ 72 آئے جن کے دلوں میں یہ غم زندہ تھا، وہ 72 آئے اور اس راہ میں پھر ہزاروں غم اور دیکھے۔

اُن غموں میں سے ایک غم جو جنابِ زین العابدینؑ کیلئے بہت شدید غم بنا۔ سید الساجدینؑ سے جب لوگ پوچھتے مولاؑ! کونسی سخت منزل پیش آئی؟ بس رو کر کہہ دیتے شام، شام، شام۔ شام بڑی سخت منزل تھی، بڑے غموں کی جگہ تھی شام، کربلا کے غم اتنے شدید نہیں تھے جتنے شام کے غم تھے۔ جب دربارِ یزید میں بیبیوں کو اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے جایا گیا، رسیوں میں باندھ کر دربار سجا کر نشیوں کو نشے تقسیم کر کے پلا کر حکم دیا گیا کہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے آئیں، آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک قطار میں اندر لایا گیا، چاروں طرف لوگ بیٹھے ہیں درمیان میں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کھڑا کر دیا گیا، کھڑا کر کے یزید پوچھتا ہے میں نے سنا تھا حسینؑ کی ایک بہن تھی جس کا نام زینب سلام اللہ علیہا تھا، آیا کربلا میں ماری گئی ہے یا اسیر ہو کے شام آ گئی ہے؟ ایک لعین نے اشارہ کیا کہ کربلا میں نہیں ماری گئی اسیر ہو کے شام آ گئی ہے۔ یہی غمِ سید سجادؑ تھا، جب تک سید سجادؑ زندہ رہے وہ دربار کا منظر جب یاد آ جاتا، جب بی بی دربار میں گئی دربار کا منظر دیکھا پکار کر فرماتی ہیں، ہمارے اُستادِ بزرگوار حضرت آیت اللہ جوادی آملی اکثر یہ فرمایا کرتے ہیں کہ یہ ایک جملہ عزاداروں کیلئے قیامت تک رونے کیلئے کافی ہے، یہ بنت علی علیہ السلام کا ایک جملہ، بنت زہراء سلام اللہ علیہا کا ایک جملہ کہ جب دربارِ شام میں گئی چاروں طرف بی بی نے جب نگاہ دوڑائی اور اُس کے

بعد ایک جملہ کہا، کہا آیا تم میں کوئی مسلمان موجود ہے؟ آیا میں مسلمانوں کے مجمع میں کھڑی ہوئی ہوں؟ آیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے ہیں؟ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ گو کس کو دیکھ رہے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہوں جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو آیا کوئی موجود ہے؟ جب یزید کو بتایا گیا کہ وہ ماری نہیں گئی اسیر ہو کے شام آگئی ہے، اُس لعین نے نشاندہی کی، کیا بتایا؟ کہا وہ ایک بوڑھی خاتون کے کندھے پر ماتھا رکھ کر کھلے بالوں والی جس کے ہاتھ پس گردن بندھے ہیں جو خاتون سر ٹیک کر کھڑی ہے وہی حسینؑ کی بہن زینب سلام اللہ علیہا ہے۔ بس یہ جملہ نکلنا تھا سید الساجدین علیہ السلام کا غم ابدی ہوگیا، سرمدی ہوگیا، پورے دربار کی نگاہیں اُٹھیں، یزید کی نگاہ اُٹھی اُس وقت سید سجادؑ نے یہ مرحلہ کیسے برداشت کیا ہوگا؟ امامؑ جب بھی شام کا نام سنتے کھڑے ہو کر فریاد کرتے، ہائے شام! ہائے شام!

فصل دوئم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقال حسین علیہ السّلام:

''ان الدنیا قد تغیرت و تنکرت وأدبر معروفها''

حقیقت کے بغیر عقیدت

سید الشہداءعلیہ السلام نے مدینہ سے کربلا تک سفر کے دوران متعدد مقامات پر خطبات بیان فرمائے ہیں اور اُن خطبات کے اندر اپنے قیام اور تحریک کے مقاصد، اہداف اور وجوہات ذکر فرمائے ہیں۔ہم کربلا و عاشورا اور ذاتِ گرامیٔ امام حسین علیہ السلام کے متعلق علمائے کرام، خطباء، ذاکرین، شعراء اور دیگر طبقات سے بہت کچھ سنتے ہیں جن میں اکثر عقیدتوں کا اظہار ہوتا ہے۔عقیدت سے مراد وہ جذبہ اور محبت ہے جسے خداوند تعالیٰ نے آئمہ اطہار علیہم السلام کے متعلق انسانوں کے دلوں میں ڈالی ہوئی ہے۔

عام طور پر جن کے دلوں میں آئمہ علیہم السلام کیلئے جتنی عقیدت اور احترام ہے اُسے ان مجالس و محافل میں آکر اظہار کرتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنی استطاعت اور توانائی کے مطابق انتظام کر کے اس ذکر میں شامل ہوکر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ ایک رائج چیز ہے کہ خطیب کوئی عقیدت بھرا جملہ کہتا ہے تو مومنین جذبات میں آکر اپنی عقیدتوں کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہ چیز جو جاننے سے تعلق رکھتی ہے اور سید الشہداء علیہ السلام جو کچھ ہمیں بتانا چاہتے ہیں وہ اس

عقیدت کیساتھ ساتھ حقیقت ہے جوکہ مومنین کو معلوم ہونی چاہئے۔ ہمیں سید الشہداء علیہ السلام سے عقیدت کیساتھ ساتھ حقیقتِ کربلا اور مقصدِ کربلا بھی معلوم ہونا چاہئے۔ سید الشہداء علیہ السلام کی ذات سے صرف شیعہ کو عقیدت نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو عقیدت ہے سوائے ایک گروہ کے جس نے مسلمانوں کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے اور حقیقت میں مسلمان ہی نہیں ہے۔

ناصبیوں کی حقیقت

ناصبی وہ گروہ ہے جس کو ابتدائے اسلام سے ہی اہل بیت علیہم السلام سے عناد و دشمنی ہے اور آج تک اُنکی دشمنی جاری ہے۔ انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی صفوں میں داخل کر دیا ہے جبکہ حقیقت میں یہ مسلمان نہیں ہیں۔ یہ لوگ صرف آئمہ علیہم السلام کے ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی دشمن ہیں۔ انکو مسلمان کہنا ایسا ہے جس طرح سلمان رشدی کو مسلمان کہنا ہے چونکہ یہ مسلمان گھر میں پیدا ہوا ہے لیکن پوری تاریخ کے اندر بارگاہِ رسالت میں سب سے زیادہ توہین اسی ملعون نے کی ہے۔ پس ہوسکتا ہے کہ ایک انسان اسلامی لباس پہن لے لیکن حقیقت میں دشمنِ اسلام ہو۔ ایسے دشمن مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں لہٰذا پاکستان اور پاکستان سے باہر رہنے والے تمام مسلمانوں کا فریضہ بنتا ہے کہ وہ ان دشمنانِ اسلام سے لاتعلقی کا اظہار کریں اور انہیں اپنی صفوں سے باہر نکال کر ساری دنیا کو بتائیں کہ انکا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جس طرح بسا اوقات مسجدوں کے اندر جب لال بیگ آجاتے ہیں تو اِنکو

مسجدوں سے اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں اسی طرح اسلامی فرقوں کی بھی تطہیر کی ضرورت ہے۔ وہ لال بیگ جو مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں انھیں نکال کر اپنے اپنے فرقوں کو پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ اہل سنت کو چاہئے کہ وہ اپنے مذہب کو پاک کریں اور شیعوں کو چاہئے کہ وہ اپنے مذہب کو پاک کریں۔ جو بھی مسلمان کا خون بہاتا ہے، جو بھی حرمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توڑتا ہے اور جو بھی حرمتِ آئمہ علیہم السلام توڑتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔

عقیدت سے آگے بڑھنے کی ضرورت

ان چند گروہوں کے علاوہ مسلمانوں کے اکثر فرقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلبیت علیہم السلام سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اگر کوئی انسان اُن کتابوں کو شمار کرے جو تشیع کے علاوہ دیگر مسلمانوں نے شانِ اہلبیت علیہم السلام میں لکھی ہیں تو وہ شیعوں کی کتابوں سے کم نہیں ہیں۔ ہمارے شیعہ خطباء اور علماء منبروں سے جو حوالے دیتے ہیں وہ اکثر کتابیں اہل سنت کے علماء کی لکھی ہوئی ہیں چونکہ اُنکے اندر بھی اہلبیت علیہم السلام کیلئے احترام، عقیدت اور جذبہ ہے لیکن شیعوں یا سنیوں میں سے کوئی بھی ہو، اُسے عقیدت سے ذرا آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔

عقیدت ایک جذبہ ہے جو انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ کوئی حرکت کر سکے، اگر جذبہ نہ ہو تو انسان حرکت نہیں کر سکتا۔ جذبے والے لوگ ہی اٹھ کر کوئی کام کرتے ہیں۔ جذبے انسان کو آگے بڑھاتے ہیں یعنی عقیدتیں انسان کو حقیقتوں تک پہنچاتی ہیں۔ اگر انسان کو حقیقت سمجھ میں نہ آئے تو اُسے گمراہ ہونے، پھسلنے

اور بہکنے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔

حقیقتِ کربلا سے آشنائی، حلاّلِ مشکلات

جس طرح ہم خطباء، علماء اور ذاکرین سے عقیدتوں اور جذبوں کی تسکین کر لیتے ہیں اُسی طرح ہمیں خود بارگاہِ آئمہ علیہم السلام اور بالخصوص بارگاہِ امام حسین علیہ السلام میں بھی حاضر ہونے کی ضرورت ہے تا کہ ہماری وہ تشنگی جو حقیقت کے بارے میں ہے وہ بھی بجھ سکے اور ہمیں حقیقتِ حال کا بھی علم ہو۔ جس قوم کو بھی حقیقتِ کربلا معلوم ہو جائے اُس قوم کی تمام مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔ موجودہ صدی میں بھی ایسا ہی ہوا ہے کہ جن کو حقیقتِ کربلا معلوم ہوئی ہے اُنکی مشکلیں حل ہو گئی ہیں لیکن جو لوگ ابھی حقیقتِ کربلا تک نہیں پہنچے وہ ابھی تک اُن مشکلات کا شکار ہیں۔ خصوصاً پاکستان کے اندر ہم بہت ساری مشکلات کا شکار ہیں اور یہ مشکلات اُس وقت حل ہوں گی جب ہم اس حقیقت تک پہنچیں گے جدھر ہمیں سید الشہداء علیہ السلام پہنچانا چاہتے ہیں۔

عصرِ امام حسینؑ کا معاشرہ

سید الشہداء علیہ السلام نے ایک معروف خطبہ اُس وقت بیان فرمایا ہے جب عبید اللہ ابن زیاد نے آپؑ کا راستہ روکنے کیلئے حُر ابن یزید ریاحی کی سرکردگی میں پہلا دستہ بھیجا تھا۔ اُس خطبے کے چند جملات یہ ہیں کہ

”ان الدنیا قد تغیرت و تنکرت......“

دنیا کا ماحول اور حالات بدل گئے ہیں اور جو سیدھے راستے تھے وہ اُلٹ

ہو گئے ہیں۔

''......وأدبر معروفها......''

بھلائی، معروف اور نیکی نے پشت کر لی ہے۔یعنی اس معاشرے سے نیکی و معروف نکل گیا ہے اور فقط منکرات، برائیاں، قباحتیں اور کرپشن رہ گئی ہے۔ وہ معاشرہ جو نیکیوں اور خیرات سے بھرا ہوا تھا اب خالی ہو گیا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ

''......ولم تبق منها الا صبابة كصبابة الاناء......''

اور جو نیکی یا بھلائی بچ گئی ہے وہ ایسے ہے جیسے برتن کی تہہ میں بچی ہوئی تری ہوتی ہے۔اگر آج کوئی پاکستان کے حالات کو سمجھانے کی کوشش کرے تو اُس کیلئے بہت بڑی تفصیل کی ضرورت ہے تا کہ وہ پاکستان کے موجودہ حالات کی تصویر کھینچ سکے۔ دنیا میں ایسے ادارے موجود ہیں جو مختلف مما لک کا جائزہ لیتے ہیں کہ ہر ملک کے اندر فساد، کرپشن، جھوٹ، فریب، رشوت اور دیگر جرائم و مسائل کتنے ہیں۔اسی طرح اگر کربلا کے بارے میں کوئی ادارہ قائم کیا جائے اور سالہا سال مطالعہ کرے تو سید الشہداءعلیہ السلام کے زمانے کے حالات جاننے کیلئے اسکو بہت محنت کرنا پڑے گی لیکن آپؑ نے ایک تشبیہ کے اندر وہ مشکل حل کر دی ہے کہ دنیا کے حالات بالکل بدل گئے ہیں اور اتنے اُلٹ ہو گئے ہیں کہ نیکی، بھلائی، خوبی اور اچھائی مکمل طور پر یہاں سے کوچ کر گئی ہے اور جو نیکی بچ گئی ہے وہ ایسے ہے جیسے برتن کی تہہ میں بچی ہوئی تری ہوتی ہے۔

یہ سب کو تجربہ ہے کہ جب کسی برتن میں پانی ڈالنے کے بعد اُسے انڈیل دیا جاتا ہے تو برتن پانی سے خالی ہو جاتا ہے لیکن اسکی تہہ میں اگر ہاتھ لگایا جائے تو تھوڑی سی تری باقی ہوتی ہے۔ یعنی آپؑ فرماتے ہیں کہ معاشرے سے اسلام اور معروف اس طرح سے مکمل طور پر نکل گیا ہے جس طرح ایک برتن کو الٹ دیا جاتا ہے تو اس میں جو کچھ ہے وہ سارا نکل جاتا ہے اگر کچھ باقی رہ جاتا ہے تو وہ برتن کی تہہ میں بچی ہوئی تری و نمی ہوتی ہے جو نہ پیاس بجھا سکتی ہے، نہ اس سے منہ دھویا جاسکتا ہے اور نہ اس سے صفائی کی جاسکتی ہے۔ انسان صرف یہ احساس کرسکتا ہے کہ تھوڑی سی تری باقی رہ گئی ہے۔

لھوولعبِ امت کی علامت

اسکے بعد سید الشہداءعلیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب کسی معاشرے اور امت میں اسلام فقط اس حد تک رہ جاتا ہے تو وہ اُمت نہ ردِعمل دکھاتی ہے، نہ کسی ذمہ داری کا احساس کرتی ہے، نہ اسکے اندر حق کے دفاع کا کوئی احساس ہوتا ہے اور نہ اسکے اندر کوئی شعور و سنجیدگی ہوتی ہے۔ یہ صرف ایک لہو ولعبِ اُمت بن جاتی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام جب جنگِ صفین کیلئے جا رہے تھے تو راستے میں ایک شہر سے گزرے جسکا نام انبار ہے اور جو اس وقت عراق کا بہت بڑا شہر ہے۔ جب آپؑ انبار شہر سے گزرے تو وہاں لوگ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے جب دیکھا کہ ہمارے امیر علیہ السلام، ہمارے امام علیہ السلام اور ہمارے مولا علیہ السلام آرہے ہیں تو استقبال شروع کیا۔ انھوں نے استقبال ایسے شروع کیا کہ

"فترجلوا و اشتدوا بین یدیه"

یعنی انھوں نے پائے کوبی شروع کردی جس کو اردو میں بھنگڑا ڈالنا کہتے ہیں اور ساتھ ساتھ علیؑ علیؑ کہہ کر چیخ بھی رہے تھے۔ آپؑ نے اُن سے کہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم اپنے بزرگوں کا احترام و تعظیم اسی طرح سے کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ

"لتشقون علی أنفسکم فی دنیاکم و تشقون به فی آخرتکم"

یہ دنیا میں تمہارے لئے مشقت اور زحمت ہے اور آخرت میں تمہارے لئے شقاوت اور بدبختی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ مجھے خوش کرنے کیلئے تم بھنگڑا ڈال کر غلط کر رہے ہو، کیونکہ میں کوئی بادشاہ یا شہنشاہ تو نہیں ہوں بلکہ میں تمہارا امام ہوں اور میں تمہارے لئے خداوند تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں۔ جس طرح آج سیاسی شخصیات کو خوش کرنے کیلئے اُنکی آمد پر بھنگڑے ڈالے جاتے ہیں اُسی طرح اُن لوگوں کی بھی یہ عادت تھی کہ وہ سیاستدانوں اور بزرگوں کا استقبال دھمال سے کرتے تھے۔ پس آپؑ نے فرمایا کہ اس سے تمہارے امام اور رہبر کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور تمہارا نقصان ہے۔ نقصان یہ ہے کہ دنیا میں تم زحمت، مشقت اور تکلیف اٹھا رہے ہو اور آخرت میں تمہیں شقاوت اور بدبختی نصیب ہوگی۔ لہٰذا بھنگڑے چھوڑو اور وہ کام کرو جو میں کر رہا ہوں اور میں کہہ رہا ہوں۔ میں نے دشمنِ دین کو سرکوب کرنے کیلئے لشکر بنایا ہے تم دھمالیں اور

بھنگڑے ڈالنے کے بجائے اُٹھو، میری سپاہ میں شامل ہو جاؤ اور میں جو احکام صادر کروں گا انھیں بجالاؤ۔

امیرالمومنینؑ کی منفرد شخصیت

یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے زمانے میں ہی آپؑ کوخوش کرنے کیلئے لوگوں نے دھمال اور بھنگڑے کا طریقہ اپنایا تھا۔ ظاہر ہے اور بھی کام کرتے ہوں گے لیکن اس جملے میں صرف دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی وہ اُچھل کود کررہے تھے اور ساتھ ساتھ چیخیں لگا رہے تھے اور یہ سوچ رہے تھے کہ اس سے آپؑ بہت خوش ہو جائیں گے لیکن آپؑ اُن سے بہت ناراض ہوئے۔ لوگ حیران ہوئے کہ پچھلے حکمران تو اِن باتوں سے بہت خوش ہوتے تھے، یہ عجیب حکمران آئے ہیں کہ ان کے استقبال کیلئے ہم ناچتے ہیں اور یہ خوش نہیں ہوتے۔

امیرالمومنین علیہ السلام امام ہیں اور آپؑ کی ہر چیز دوسروں سے الگ ہے۔ جس بات پر دوسرے خوش ہوتے ہیں آپؑ اُن باتوں پر خوش نہیں ہوتے ہیں اور دوسرے جن باتوں پر ناخوش ہوتے ہیں آپؑ اُن باتوں پر خوش ہوتے ہیں۔ دوسرے لذیذ کھانوں پر خوش ہوتے ہیں اور آپؑ جَو کی خشک روٹی پر خوش ہوتے ہیں۔ دوسرے لذتوں اور عیاشیوں پر خوش ہوتے ہیں اور آپؑ عبادتوں پر خوش ہوتے ہیں۔ یہ بہت اہم بات ہے کہ ایک قوم کو یہ پتہ چل جائے اُسکا رہبر کیسے خوش ہوتا ہے؟ مثلاً سیاستدانوں کو خوش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُنکے

بڑے بڑے پوسٹر لگائے جائیں، نعرے لگائے جائیں اوران کو بھاری رشوتیں دی جائیں لیکن یہ خیال رکھنا ہے کہ آئمہ علیہم السلام آج کے زمانے کے سیاستدانوں کی طرح نہیں ہیں۔ ووٹر (Voter) اُس وقت خوش ہوتے ہیں جب کنڈیڈیٹ (Candidate) اُنکا مفاد پورا کرے اور کنڈیڈیٹ (Candidate) اُس وقت خوش ہوتا ہے جب ووٹر اسکا مفاد پورا کرے لیکن امیر المومنین علیہ السلام کو ووٹروں کی ضرورت نہیں ہے چونکہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے امام علیہ السلام بنایا ہے۔ پس یہ بھنگڑے ڈالنا کنڈیڈیٹ (Candidate) کوخوش کرنے کا طریقہ ہے لہٰذا آپؑ ان بھنگڑوں سے کبھی بھی خوش نہیں ہوں گے۔

ہدفِ سید الشہداءؑ

جب معروف دنیا سے نکل جائیں تو قومیں اپنے فریضے اور وظیفے بھول جاتی ہیں، دھمال و بھنگڑے میں مشغول ہو جاتی ہیں، انہی کو عبادت سمجھ لیتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ یہ دھمالیں اور بھنگڑے ہمیں نجات دیں گے۔ سید الشہداء علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ حالات اُلٹ گئے ہیں اور میں نے ان الٹے حالات کو سیدھا کرنے کیلئے قیام کیا ہے، یہ میرا ہدف ہے اور اس مقصد تک پہنچنے کیلئے مجھے انصار کی ضرورت ہے۔ اسی خطبے میں آگے جا کر آپ دوسری تشبیہ دے رہے ہیں کہ

”ولم تبق منها الا صبابة کصبابة الاناء و خسیس عیش

کالمرعی الوبیل ألا ترون الی الحق لا یعمل بہ و الی الباطل لا ینتاھی عنہ‘‘

کیا یہ نہیں دیکھتے ہو کہ تمہارا یہ معاشرہ اُس چراگاہ کی طرح بن گیا ہے جسے جانور روند ڈالتے ہیں اور جسکا بھوسا بھی ناکارہ ہو جاتا ہے۔ خسیس اُس بھوسے کو کہتے ہیں جو پاؤں تلے آجائے اور جس کو جانور بھی کھانے کیلئے تیار نہ ہو۔ مرع چراگاہ کو کہتے ہیں اور وبیل وہ چراگاہ جس کو جانوروں نے پاؤں تلے روند ڈالا ہو۔ وہ چراگاہ جسے جانور اپنے پاؤں تلے پائمال کرتے ہیں وہاں نہ گاس اُگتی ہے اور نہ جانور چرنے آتے ہیں۔ اُس معاشرے کو اُن ظالم حکمرانوں، طاغوتوں اور بیت المال کھانے والوں نے روند ڈالا تھا اور اُس روندی ہوئی چراگاہ میں کوئی ریوڑ نہیں پالا جاسکتا تھا اور نہ کھیتی باڑی کی جاسکتی تھی اور نہ اُس معاشرے سے کسی قسم کی امید رکھی جاسکتی تھی۔

پاکستان کے حالات، کلامِ سیدالشہداءؑ میں

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے 2013 کی رپورٹ میں بتایا ہے کہ پاکستان میں سب سے زیادہ کرپشن، رشوت خوری، فراڈ، قتل وغارت اور ناامنی ہے۔ اگر ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ کا سیدالشہداء علیہ السلام کی زبان میں ترجمہ کیا جائے تو یہ بنتا ہے کہ

’’ولم تبق منھا الا صبابة کصبابة الاناء وخسیس عیش کالمرعی الوبیل‘‘

یہ ملک ایک روندی ہوئی اور پائمال چراگاہ کی طرح ہے جسکا سب کچھ تباہ

کر دیا گیا ہے اور اب اس میں کسی بھی چیز کے اُگنے کی اُمید نہیں ہے۔ یہاں بھی پہلے یزیدی آئے اور انھوں نے پاکستان کی یہ حالت بنائی ہے۔اب ظاہر ہے کہ یزید ایک دم آسمان سے تو نہیں ٹپکا بلکہ اُس یزید کو حکومت تک آنے کیلئے پہلے ماحول بنایا گیا اور پھر بہت سارے مرحلے طے کر کے وہ حکمرانی تک پہنچا۔ جب یزید حکمرانی کیلئے یہ مراحل طے کر رہا تھا تو مسلمان کہاں سوئے ہوئے تھے؟ سید الشہداء علیہ السلام یہی بیان فرما رہے ہیں کہ تب اُن سے غیرتِ دین، عزت، احساس اور شرف نکل گیا تھا اور فقط اتنا رہ گیا تھا کہ جتنا برتن کی تہہ میں تری ہوتی ہے اور امت اُس روندی ہوئی چراگاہ کی طرح بن گئی تھی جو کسی کام کی نہیں ہوتی۔

امامؑ زمانہ پُرعزم فوج کے منتظر

یہ ضرورت ہے کہ اس پائمال شدہ چراگاہ کو زندہ کیا جائے اور اُس برتن کو دوبارہ پانی سے بھر دیا جائے۔یعنی نظامِ مملکت، نظامِ اُمت اور نظام دین کو سیدھا کرنے کی ضرورت ہے۔مثلاً ابھی امامِ زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف جب ظہور کریں گے تو پیروانِ ولایت کیا کریں؟ اس حوالے سے ایک شاعر نے بہت خوبصورت اشعار لکھے ہیں کہ ''جب امامؑ آئیں گے''۔اس قصیدے کے سارے اشعار خوبصورت ہیں لیکن جب آخر میں اپنی باری آئی ہے تو اس شاعر نے کہا ہے کہ ہم امامؑ کو شعر و قصیدے سنائیں گے۔کیا امامؑ فقط غزلیں، قصیدے اور اشعار سننے کیلئے آئیں گے؟ کیا امامؑ اسلئے غیبت میں چلے گئے تھے

کہ آپؑ کو قصیدے سنانے والا کوئی نہیں تھا؟ پس اُمت آپؑ کا استقبال بھنگڑے ڈال کرنہیں کریگی کیونکہ آئمہ علیہم السلام کو بھنگڑے پسند نہیں ہیں۔

امامؑ کو ایک تیار شدہ اُمت چاہیئے جسکی مدد سے امامؑ اپنے دشمنوں اور باطل کو سرکوب کر کے عدلِ الٰہی اور حق قائم کر سکے، جسکے ذریعے سے آپؑ تفرقے کو مٹا کر وحدت قائم کر سکے۔ پس امامؑ کو ایک تیار اور میدان میں حاضر اُمت چاہیئے۔ جب ایک فوجی کمانڈر جنگی حالات میں آتا ہے تو اسکو ایک فوج کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اُسکی فوج لنگر پکا کر خود بھی کھائے اور کمانڈر کو بھی کھلا کر بھنگڑے ڈالتی رہے تو اس فوج سے فوجی کمانڈر کیا کرے گا؟ نہ یہ فوج اُسکے کسی کام میں آئے گی اور نہ ہی اُنکے بھنگڑے اس کمانڈر کے کچھ کام آئیں گے۔ پس صرف وہی فوج اُس فوجی کمانڈر کے کام آسکتی ہے جس نے ٹریننگ اور تربیتی کورس پورا کرلیا ہو، جس نے سارے ساز وسامان تیار کر لئے ہوں، جس نے کمر کس لی ہو، جس نے اپنے آپکو تیار کرلیا ہو اور جس نے ارادوں کو پُرعزم کرلیا ہو کہ ہم نے آخری سانس تک اپنے رہبر کے پیچھے چلنا ہے۔

زمانۂ انتظار تیاری کا زمانہ

زمانۂ انتظار بھنگڑوں کا زمانہ نہیں ہے بلکہ تیاری کا زمانہ ہے۔ جب امامؑ آئیں گے تو ہم نے بھنگڑے نہیں ڈالنے بلکہ آپؑ کے فرمان پر جانوں کا نظرانہ پیش کرنا ہے۔ ہم امامؑ کے فرمان پر وہ کام کریں گے جو امامؑ ہمیں حکم دیں گے۔ اگر امامؑ یہ کہیں کہ اس سرزمین کو آپ نے آزاد کرانا ہے؟ تو ہم نے اُس

سرزمین کو آزاد کرنا ہے۔ اگر امامؑ ہمیں یہ حکم دیں کہ آپ نے اس مرکز کو آباد کرنا ہے تو ہم نے اُس مرکز کو آباد کرنا ہے۔ ہم ایسی حالت میں نہ ہوں کہ جب آپؑ ہمیں کوئی حکم دیں تو ہم یہ کہے کہ یا امامؑ ہمیں تو فقط بھنگڑے ڈالنے آتے ہیں۔

جب کوفیوں نے سید الشہداء علیہ السلام کو خطوط لکھے تو آپؑ پہلے مکہ چلے گئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ جب مکہ میں بھی کوفیوں کے لاتعداد خطوط آپؑ کو موصول ہوئے تو آپؑ نے کوفہ کی طرف سفر شروع کیا۔ کوفہ میں بڑے بڑے لوگ رہتے تھے اور یہ ہر روز کسی نے کسی کے گھر میں میٹنگ رکھ کر بکرے ذبح کرتے تھے اور آپؑ کو خطوط لکھ کر بھیجتے رہتے تھے کہ یا امامؑ آپ آجائیں ہم آپؑ کے منتظر ہیں۔

ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ آپؑ جب کوفے کی طرف چلے گئے تو وہ لوگ وہاں تیار اور آمادہ نہیں تھے۔ نہ ارادے کے لحاظ سے تیار تھے، نہ ساز و سامان کے لحاظ سے تیار تھے، نہ نظریئے کے لحاظ سے تیار تھے، نہ عقیدے میں تیار تھے، نہ عمل میں تیار تھے، نہ حرکت کیلئے تیار تھے، نہ دشمن سے لڑنے کیلئے تیار تھے، نہ طاغوت کے مقابلے میں آنے کیلئے تیار تھے اور نہ امامؑ کی نصرت کرنے کیلئے تیار تھے۔ یہ صرف بھنگڑے کیلئے تیار تھے اور تاریخ بتاتی ہے کہ یہ آپؑ کا بھنگڑوں اور دھمال سے استقبال کرنے کی بھرپور تیاریاں کررہے تھے۔

کوفہ میں عبیداللہ کی آمد

کوفہ میں موجود جاسوسوں نے یزید کو اطلاع دی کہ کوفہ کے گورنر نعمان ابن بشیر کمزور آدمی ہے اور حالات پر کنٹرول نہیں کرسکتا لہٰذا کسی ایسے شخص کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا جائے جو زیادہ شدت پسند، سخت گیر اور بے رحم ہو۔ جب یزید نے اپنے بیوروکریسی سسٹم میں دیکھا تو اُسے عبیداللہ ابن زیاد میں یہ ساری صفات نظر آئیں۔ یہ واقعاً جلاد صفت، جفا کار، ظالم اور بے رحم انسان تھا اور اُس وقت یہ بصرہ کا گورنر تھا۔ یزید نے اسکو کوفہ بھیجا لیکن یہ بڑی فوج کیساتھ کوفہ نہیں آیا کیونکہ اس میں بے حد خود اعتمادی تھی۔ یہ رات کے وقت دو آدمیوں کیساتھ کوفہ میں داخل ہوا۔ جب یہ کوفہ میں داخل ہو رہا تھا تو اسکے چہرے پر نقاب تھا۔ کوفہ کے لوگ اس وقت تیاریاں کر کے بیٹھے ہوئے تھے کہ امامؑ آرہے ہیں۔ جب نقاب پہن کر عبیداللہ ابن زیاد کوفے میں داخل ہوا تو کوفیوں نے سمجھا کہ امامؑ آگئے ہیں لہٰذا سارے کوفی میدانِ کوفہ میں جمع ہوگئے اور عبیداللہ کا نعروں، بھنگڑوں اور دھمالوں کے ذریعے بھرپور استقبال کیا۔ جب یہ بھنگڑوں سے فارغ ہوئے تو پھر تقاضا کیا کہ یا امام! آپ اپنے چہرے سے نقاب ہٹایئے اور ہمیں موقع دیں کہ ہم آپکے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اس عمل سے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ امام شناس نہیں تھے۔ اُس وقت اس نے چہرے سے نقاب اُلٹی۔ یہاں پر یہ ہزاروں میں موجود تھے اور عبیداللہ صرف دو ہی آدمیوں کیساتھ اُنکے سامنے کھڑا تھا لیکن جونہی اس نے نقاب اُلٹی تو یہ سب ڈر

گئے اور خوفزدہ ہوگئے۔ اُس نے انکے سامنے تقریر کی اور انتہائی شرمناک گالیاں دی اور کہا کہ جو بھی امام حسین علیہ السلام کا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ یہیں پر اعلان کرے۔ جب انھوں نے اسکا چہرہ دیکھا اور تقریر سن لی تو اُن پر سکتہ طاری ہوا اور اُلٹے قدموں سارے کے سارے گھروں کی طرف پلٹے اور پھر اسکے بعد گھروں سے نہیں نکلے۔

انھوں نے آپؑ کو بلایا تو تھا لیکن تیاری نہیں کی تھی اور صرف بھنگڑے ڈالنے کی تیاری کی ہوئی تھی اور وہ بھی یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ ہم اپنے امام کے پیروکار ہیں۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ دھمالی لوگ جب جنگ اور نبرد کا وقت آتا ہے تو میدان چھوڑ جاتے ہیں اور کوفہ والے وہی لوگ تھے۔ جب امامؑ کربلا میں اپنے خاندان کیساتھ قربانی دے رہے تھے تو صرف دو آدمیوں کے علاوہ باقی کوئی کوفی آپؑ کی مدد کیلئے نہیں آیا۔

بغیر تیاری کے امام کو بلانے کا انجام

جب ایک ملت تیار نہ ہو اور اپنے امام کو بلائے تو پھر اس صورت میں بہت دردناک ماجرہ بنتا ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام اسی لئے فرما رہے ہیں کہ یہ دنیا اُلٹ ہوگئی ہے اور اس سے معروف ختم ہوگیا ہے۔ یعنی ملت اور ملک کا نظام اُلٹا ہوگیا ہے۔ اگر لوگ میرا ساتھ دیں تو یہ سیدھا ہوسکتا ہے۔ یعنی جب ہم سب مل کر اس طاغوت یزید کو سرنگوں کریں گے اور اسکی جگہ پر حکومتِ الٰہی قائم کریں گے تو یہ زمانہ سیدھا ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا کہ زمانے کو سیدھا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لوگ میرا ساتھ دیں لیکن اگر لوگ ساتھ نہ دیں تو تب بھی میں واپس نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے اس دنیا کو سیدھا کرنا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر لوگ ساتھ نہ دیں تو پھر میں اسکو اپنے لہو سے آباد کروں گا کیونکہ اسکو آباد کرنے کیلیئے اسکے علاوہ میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر باقی سارے لوگ میرا ساتھ نہیں دیتے تو میرا کنبہ، میرے بیٹے، میرے اصحاب، میری بیویاں اور میری بہنیں میرے ساتھ موجود ہیں۔ یعنی میں عصمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی دیکر اس کو آباد کروں گا۔

سلسلۂ تحریکِ کربلا اور نتائج

یہ عزاداریاں اور مجالس بگڑے ہوئے حالات کو ٹھیک کرنے کیلیئے برپا ہوتی ہیں۔ یہ فقط رسم نہیں ہیں بلکہ درحقیقت سید الشہداء علیہ السلام کی وہ نہضت و تحریک ہے جس میں آپؑ نے فرمایا تھا کہ اگر میری راہ اپناؤ گے تو تمہیں درپیش الٹے حالات سیدھے ہوجائیں گے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ تم سب متحد و متفق ہوجاؤ اور جس دن متفق ہوجاؤ گے اسی دن یزید سرنگوں ہوجائے گا اور اگر تم متفق و متحد نہیں ہوئے تو پھر تمہارا کام سخت ہوجائے گا۔ پھر تمہیں اپنے لہو سے یہ حالات سیدھے کرنے پڑیں گے اور اگر تم نے حالات سیدھے نہیں کیئے تو تمہارا خون ہر صورت میں بہایا جائے گا۔ اگر تم خون دینے کیلیئے تیار نہ بھی ہوئے تو تمہارا خون تو بہا دیا جائے گا۔ فرق یہ ہوگا کہ وہ خون جو تمہارا بہا دیا

جائے گا اسکے ذریعے سے حالات ٹھیک نہیں ہوں گے بلکہ اور زیادہ خراب ہوں گے لیکن اگر خود تم میدان میں نکلو گے اور دشمن کے مقابلے میں نکل کر اپنا خون بہاؤ گے تو پھر تمہارے حالات بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔

ایران کے حالات پاکستان سے زیادہ خراب تھے اور ایک ملت نکلی جس نے جا کر دشمن کا مقابلہ کیا اور بہت زیادہ شہید ہوئے لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ اُنکے بگڑے ہوئے حالات اور اُلٹی دنیا سیدھی ہوگئی۔ وہاں پر قائم طاغوتی ویزیدی حکومت ختم ہوکر ولایت کی حکومت قائم ہوگئی۔ اسی طرح لبنان کے حالات ایران سے بھی زیادہ خراب تھے، پورے لبنان پر اسرائیل کا قبضہ تھا لیکن آج لبنان کو دیکھیں کہ کس طرح سے لبنان کے حالات سیدھے ہوئے ہیں۔

راہِ امام حسینؑ میں پاکستان کی نجات

پاکستانی چاہتے ہیں کہ ہمارے بگڑے ہوئے حالات ٹھیک ہو جائیں۔ کبھی سوچتے ہیں کہ شاید ووٹوں سے ٹھیک ہو جائیں گے، کبھی سوچتے ہیں کہ فلاں کنڈیڈیٹ (Candidate) ٹھیک کرے گا اور کبھی کہتے ہیں کہ ہم فلاں کام کریں گے اور حالات ٹھیک ہوں گے۔ یہ حالات فقط راہِ حسین ابن علی علیہم السلام سے ٹھیک ہوں گے۔ حالات کو ٹھیک کرنے کیلئے فقط دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ سارے بیدار ہوکر متحد و متفق ہو جائیں۔ اگر سارے اکٹھے ہو جاتے ہیں تو پھر پوری دنیا کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے لیکن اگر اتنی بیداری اور آگاہی پیدا نہیں ہوتی ہے تو جو بیدار ہیں وہی میدان میں آجائیں، اس دوسری صورت

میں خون تو ضرور بہے گا لیکن حالات بہتر ہو جائیں گے ورنہ ان دھمالوں اور بھنگڑوں سے حالات کبھی بھی ٹھیک نہیں ہوں گے۔

جب الیکشن کے دن آتے ہیں تو ساری قوم بھنگڑوں کی تیاری کرتی ہے۔ ساٹھ سال تک یہ بھنگڑا کھیلتے رہے ہیں لیکن آج نہ کسی کی جان محفوظ ہے، نہ کسی کی عزت محفوظ ہے، نہ کسی کی ناموس محفوظ ہے، نہ مجلسیں محفوظ ہیں، نہ عزاداریاں محفوظ ہیں، نہ مسجدیں محفوظ ہیں، نہ امام بارگاہیں محفوظ ہیں، نہ مزار محفوظ ہیں اور نہ کسی کی حرمت و تقدس محفوظ ہے۔ اتنے زیادہ مسلمان اور مسلمان ممالک موجود ہیں جن کے پاس دولت وثروت اور سب کچھ موجود ہے لیکن ان مسلمانوں کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کھلم کھلا کی جاتی ہے۔ مسلمانوں سے کوئی بھی نہیں ڈرتا کیونکہ یہ صرف دھمال ڈالتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اور انکے اندر جرأت اُس راہ کو اور اُس دین کو بچانے کیلئے حوصلہ نہیں ہے جسے سید الشہداء علیہ السلام نے کربلا میں پیش کیا تھا اور جسکے ذریعے سے دینِ خدا، حرمتِ خدا، حرمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حرمتِ آئمہ علیہم السلام کو بچایا تھا۔

اُلٹے حالات کو سیدھا کرنے کا نام کربلا ہے اور اُلٹی دنیا کا ماحول بدلنا عاشورا ہے۔ اگر مسلمانوں نے راہِ عاشورا نہیں اپنایا تب بھی مارے جائیں گے اور اگر راہِ عاشورا اپنایا تب بھی مارے جائیں گے لیکن ایک موت عزت کی موت ہے اور دوسری موت ذلت کی موت ہے۔ اسلئے سید الشہداء علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں مدینے میں یا مکے میں رہوں تو بھی مجھے شہید کر دیں گے اور اگر کربلا

میں جاؤں تب بھی شہید کر دیں گے لیکن اِس شہادت میں اور اُس شہادت میں بہت فرق ہے۔ آج پوری دنیا میں آپؑ کی تقدیس اور احترام ہے۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم آپؑ کی ان قربانیوں کو ضائع نہ کریں بلکہ آپؑ کی اس تحریک کو ہدف تک پہنچائیں۔

فصل سوئم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شبِ عاشورسید الشہداء علیہ السلام کا اہتمام

شبِ عاشور اہلِ بیتؑ، امتِ اسلامیہ و بالخصوص شیعہ و مکتبِ تشیع اور دینِ اسلام کیلئے بہت ہی عظیم، پر اسرار، پر رمز اور مصائب کی رات ہے۔ عاشور کے سارے راز شبِ عاشور میں پنہاں ہیں۔

یہ وہ رات ہے جب سید الشہداء علیہ السلام نے دشمن سے مہلت مانگی کیونکہ دشمن کی تیاری تھی کہ نو محرم الحرام کو جنگ کا آغاز کرے۔ سید الشہداء علیہ السلام نے جنابِ ابوالفضل العباسؑ کو قاصد کے طور پر بھیجا اور فرمایا کہ بھائی ان سے کہو کہ آج شب ہمیں مہلت دی جائے، وہ نبرد، رزم اور پیکار جو دسویں محرم کو ہوئی۔

امامؑ نے پسند نہیں کیا کہ وہ نو محرم کو ہو۔ اسلئے کہ ابھی بہت سارے اُمور تھے جو انجام پانا باقی تھے، اُن کیلئے سید الشہداء علیہ السلام نے فرصت چاہی اور دشمن سے یہ کہا کہ آج ہم آمادہ نہیں ہیں، انہوں نے بھی اتفاق کیا اور کہا آج جنگ کا آغاز نہیں کرتے۔ سید الشہداء علیہ السلام نے جنابِ ابوالفضلؑ کو یہ بھی فرمایا کہ آپ اُن سے کہہ دیں کہ آج شب ہم اپنے پروردگار کی بارگاہ میں عبادت، مناجات اور دُعا کرنا چاہتے ہیں۔ اس شب کو اُس طرح سے بسر کرنا چاہتے ہیں جس طرح سے ہماری آرزو ہے۔ چونکہ امامؑ سفر میں تھے اور غیر معمولی حالات تھے لہٰذا جس طرح امامؑ کا جی چاہتا تھا کہ خدا کی بارگاہ میں شب بسر ہو اس طرح

کے مناسب حالات میسر نہیں آرہے تھے۔

شبِ عاشور کی تقسیم

شبِ عاشور کو امامؑ نے تقسیم کیا، رات کا ایک حصہ اہل بیتؑ کی مختلف شخصیات کیساتھ بسر کیا، ایک حصہ حضرت سید الساجدین علیہ السلام کیساتھ بسر کیا، ایک حصہ باقی اہل بیتؑ کیساتھ بسر کیا، شب کا ایک حصہ انصارِ باوفا کیساتھ بسر کیا، ایک حصہ امامؑ نے خلوت وتنہائی میں بسر کیا، کچھ حصہ اپنے خیمے کے اندر اور کچھ حصہ خیام کی پشت پر جا کر امامؑ نے مکمل تنہائی میں طے کیا۔ اہل بیتؑ نے شب ِعاشور عبادت میں گزاری۔ دشمن کی سپاہ کیلئے بھی یہ شب بہت اہم تھی اور وہاں بھی ایک عجیب منظر تھا۔ دشمن کی سپاہ میں کچھ لوگ صبح جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے اور کچھ بہت بیتاب تھے۔

اصحابِ امام حسین علیہ السلام کی عبادت

ایک راوی جو سپاہِ دشمن میں سے تھا اسکا خیمہ خیامِ اہلِ بیتؑ سے نزدیک تھا۔ وہاں پر بیٹھ کر اسکی ساری توجہ امامؑ کے خیام کی طرف تھی۔ وہ نقل کرتا ہے کہ شبِ عاشور سید الشہداء علیہ السلام کے خیام سے اس طرح کی مناجات کی آوازیں آرہی تھیں جس طرح شہد کی مکھیوں کے چھتے سے بھنبھنانے کی آوازیں آتی ہیں۔ خیامِ حسینی کے ہر فرد، خواتین و بیبیاں حتیٰ بچے، سب نے یہ شب بارگاہِ خدا میں جاگ کر بسر کی، وہ مناجات کا ایسا منظر تھا جس نے دشمن کے بعض افراد کے آنسو نکال دیئے کہ ہم جن کو قتل کرنے آئے ہیں وہ اس طرح سے خدا کی

بارگاہ میں شب بسر کر رہے ہیں۔

شبِ عاشور، حقیقی بندگی کی شب

شبِ عاشور عبادت و بندگی کی شب ہے اور نہ معمولی رسوماتِ بندگی کی شب ہے بلکہ حقیقتاً بندگی کی شب ہے، عبادت بندگی کے اظہار کو کہتے ہیں یہ ظاہر کرنا کہ میں مقامِ بندگی پر پہنچ گیا ہوں اسکو عبادت کہا جاتا ہے لیکن خودِ بندگی، حقیقت بندگی، روحِ بندگی جسے انسان مرسوم عبادتوں کے ذریعے سے ظاہر کرتا ہے وہ کبھی ان مرسوم چیزوں سے ہٹ کر بھی ظاہر ہوتی ہے۔ شبِ عاشور اہل بیتؑ نے بارگاہِ خدا میں اُس طرح سے بندگی کا اظہار کیا جس طرح سے امیر المومنین علیہ السلام اکثر اپنی شب بسر کیا کرتے تھے۔

امیر المومنین علیہ السلام کی کیفیتِ عبادت

ایک شب کا ماجرا ہے جب امیر المومنین علیہ السلام مدینہ کے اندر تھے ایک صحابی پریشانی کی حالت میں، حواس باختہ دوڑتا ہوا امیر المومنین علیہ السلام کے دروازے پر آیا، دستک دی اور گھبراہٹ کے عالم میں آکر جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا سے کہنے لگا کہ جلدی انتظام کریں علی علیہ السلام اس دُنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، بی بی سلام اللہ علیہا پریشان نہیں ہوئیں، پوچھا تو نے اور کیا دیکھا، کہاں سے آرہے ہو؟ کہنے لگا میں مدینے کے باہر نخلستان میں کسی کام سے گیا مجھے آواز آئی اس طرح سے جیسے کوئی رو رہا ہو، کوئی استغاثہ کر رہا ہو، کوئی فریاد کر رہا ہو، میں قریب ہوا آواز کے قریب ہو کر دیکھا امیر المومنین علیہ السلام ہیں، میں منتظر رہا تھوڑی دیر جو میں نے

توقف کیا تو ناگہاں میں نے دیکھا کہ ایک فریاد امیرالمومنین علیہ السلام کی بلند ہوئی اور اُسکے بعد امیرالمومنین علیہ السلام گر گئے میں قریب ہوا مجھے محسوس ہوا کہ اس دُنیا سے گزر گئے ہیں میں دوڑا ہوا آپ کے پاس آیا اطلاع کرنے کیلئے کہ آپ انتظام کریں امیرالمومنین علیہ السلام اس دُنیا سے گزر گئے ہیں۔ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے اُس مومن کو کہا اے مومن! خدا تجھے جزائے خیر دے جا تو اپنی شب میں آرام کر تو نے آج علی علیہ السلام کی رحلت دیکھی ہے زہراء سلام اللہ علیہا ہر شب علی علیہ السلام کی رحلت دیکھتی ہے۔ تجھے معلوم نہیں جب علی علیہ السلام خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں مقامِ بندگی میں حاضر ہوتے ہیں اُس وقت امیرالمومنین علیہ السلام کی یہی حالت ہوتی ہے۔ وہی حال شبِ عاشور کربلا میں ہر پیر و جوان کا تھا اور یہ ساری شب قرآن پڑھنے میں گزری چونکہ اہل بیتؑ کو قرآن کی تلاوت بہت پسند تھی۔

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کے لئے خدا کا پیغام

ایک دن حضرت جبرائیلؑ اللہ کا فرمان لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا آج کیا پیغام لائے ہو، جنابِ جبرائیلؑ فرمانے لگے آج اللہ کا پیغام آپ کیلئے نہیں بلکہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کیلئے لایا ہوں۔ جبرائیلؑ کہنے لگے خدا کا حکم ہے آج میرے حبیبؐ سے جا کر کہو کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے جو کچھ مانگنا ہے آج مانگ لے آج خدا ہر چیز عطا کرے گا۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کو طلب کیا اور یہ فرمایا کہ بی بی سلام اللہ علیہا آج جبرائیلؑ آپؑ کیلئے نازل ہوئے ہیں حکمِ خدا لے کر فرمانِ خدا

لائے ہیں کہ آج سیدہ سلام اللہ علیہا جو کچھ طلب کریں خدا عطا کرے گا، آج مانگئے کیا مانگنا ہے، بی بی سلام اللہ علیہا نے چند چیزیں مانگیں، ظاہراً تین چیزیں مانگیں، ایک بی بی سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ میں خدا سے یہ طلب کرتی ہوں جب تک زندہ ہوں تلاوتِ قرآن کرتی رہوں، دوسری جب تک زندہ ہوں زیارتِ رسولؐ کرتی رہوں اور تیسری انفاق درراہِ خدا، خدا کی راہ میں انفاق کرتی رہوں۔ یہ تین چیزیں مجھے بہت پسند ہیں، اگر مجھ سے سب کچھ لے لیا جائے اور یہ تین چیزیں میرے پاس رہنے دی جائیں تو میں سمجھوں گی کہ کُل کائنات میرے پاس موجود ہے اور روایات میں ہے کہ بی بی سلام اللہ علیہا جب اس دُنیا سے گئیں تو لبوں پر تلاوتِ قرآن ہو رہی تھی اُس بیماری کے عالم میں بھی بی بی سلام اللہ علیہا نے تلاوتِ قرآن ترک نہیں کی اور آخری فرد جنہوں نے حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیارت کی وہ بی بی سلام اللہ علیہا تھیں چونکہ آغوشِ سیدہ سلام اللہ علیہا میں سر اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اور وہیں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دُنیا سے رخصت ہوئے اور انفاق سیدہ سلام اللہ علیہا کا یہ عالم تھا کہ سب کچھ خدا کی راہ میں انفاق کر دیا حتیٰ اپنی اولاد بھی خدا کی راہ میں پیش کر دی۔ شبِ عاشور جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کی اولاد، انکی بیٹیاں و آلِ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے کربلا کے اندر سنتِ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کو احیاء کیا اور ساری رات بیبیاں و بچے تلاوتِ قرآن میں مشغول رہے۔

کربلا کی شب عاشور دُعا میں بسر ہوئی۔ ہر وہ چیز جو خدا سے طلب کرنی تھی اہل بیتؑ نے طلب کی، انصار نے طلب کی لیکن ہر ایک کی زبان پر ہر جوان کی

زبان پر سب سے پہلے شہادت کا تذکرہ تھا۔ یہ شب دُعا میں اور مناجات میں بسر ہوئی، خدا کیساتھ راز و نیاز میں بسر ہوئی، ہر ایک نے اپنے طور سے خداوند تعالیٰ کیساتھ بات کی، ہر ایک کے لب پر شہادت کی آرزو تھی اور خدا نے اس شب کو وہ ساری دُعائیں قبول فرمائیں اور جس جس نے دُعائے شہادت کی وہ بھی خدا نے قبول کی۔

انصارِ امام حسین علیہ السلام کی کیفیت

شب کا ایک حصہ سید الشہداء علیہ السلام نے اہل بیتؑ کیساتھ اور ایک حصہ انصار کیساتھ بسر کیا۔ سید الشہداء علیہ السلام جب اہل بیتؑ کیساتھ تھے تو جنابِ سید الساجدین علیہ السلام کے خیمے میں تشریف فرما تھے اور جنابِ زینب عُلیا سلام اللہ علیہا بھی تشریف فرما تھیں اُس وقت جس انصاری کا باہر پہرہ تھا خیمے کے باہر اُس نے خیمے کے اندر یہ گفتگو سنی اور پریشان ہوا، پریشانی کے عالم میں گھبرایا ہوا انصار کے سردار جنابِ حبیب ابن مظاہرؓ کے پاس پہنچا اور پہنچ کر وہ جملہ سنا دیا جو اُس نے سنا تھا، وہ جملہ یہ تھا کہ جب سید الشہداء علیہ السلام نے روزِ عاشور کے بارے میں وضاحت کی اور تفصیل بتائی تو بی بی سلام اللہ علیہا نے ایک جملہ کہا کہ بھیا یہ انصار جو ہمارے ساتھ اس وقت موجود ہیں آیا یہ کل تک ہمارے ساتھ رہیں گے کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں! یہ جملہ اُس نے سنا فوراً بھاگتا ہوا گیا جنابِ حبیب ابن مظاہرؓ کے پاس اور جا کر کہا اے حبیبؓ! علی علیہ السلام کی بیٹی کو ہماری وفا کا یقین نہیں۔

اُسی وقت جنابِ حبیب ابن مظاہرؓ نے انصار کو ایک خیمے کے اندر اکھٹا کیا اور سید الشہداء علیہ السلام سے استدعا کی مولا انصار سب حاضر ہیں چند لحظوں کیلئے تشریف لا یئے، امامؑ تشریف لائے حبیب ابن مظاہرؓ نے اپنا مدعا بیان کیا کہ آپؑ کے حکم اور آپؑ کے فرمان پر ہم نے جنگ کو کل تک ملتوی کیا لیکن ہم نے سنا ہے بنت زہراء سلام اللہ علیہا کو ہماری وفا کا اعتبار نہیں، مولا! ہم اس عالم میں، اس حال میں یہ شب صبح تک پہنچانا نہیں چاہتے، جب بی بی سلام اللہ علیہا کو ہماری وفا کا اعتبار نہ ہو اگر آپؑ اذن دیں ہم اسی وقت اسی لحظہ اپنی وفا کا ثبوت دینا چاہتے ہیں، آپؑ کی راہ میں قربان ہونا چاہتے ہیں اُس وقت سید الشہداء علیہ السلام نے اُن انصار میں وہ جملے کہے جو مشہور ہیں کہ آپ بہترین ساتھی ہو آپ سے بڑھ کر صحابی نہ میرے ناناؐ کو میسر آئے، نہ میرے باباؑ کو میسر آئے، نہ میرے بھیاؑ کو میسر آئے آپ سے بڑھ کر باوفا کوئی اور نہیں ہے اور پھر سید الشہداء علیہ السلام نے یہ کہا کہ میں اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے اُٹھالیتا ہوں اپنا حق واپس لے لیتا ہوں اور میں تمہیں آزاد چھوڑتا ہوں ان لوگوں کو مجھ سے دشمنی ہے آپ سے نہیں! آپ چاہو تو اس میدان کو ترک کر سکتے ہو یہاں سے جاسکتے ہو اور اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو گناہ نہیں ہوگا، معصیت نہیں ہوگی میں راضی ہوں!

انصارِ سید الشہداء علیہ السلام کی وفا

جس سے حسین علیہ السلام راضی ہوں خدائے حسین علیہ السلام بھی اُس سے راضی ہے۔ وہ اگر چلے جاتے تو جہنمی نہیں ہوتے چونکہ حسین علیہ السلام اُنکے جانے پر راضی تھے

لیکن ایک شخص بھی نہیں گیا۔ سید الشہداء علیہ السلام نے چراغ بجھا دیا کہ اس اندھیرے سے استفادہ کرو شاید تم جھجک محسوس کررہے ہو، شرم محسوس کررہے ہو اس اندھیرے سے فائدہ اُٹھا کر یہاں سے چلے جاؤ بلکہ امام حسین علیہ السلام نے اُنہیں نکلنے کا محفوظ راستہ بھی بتایا، جب چراغ دوبارہ روشن ہوا تو سب کے سب وہاں پر بیٹھے ہوئے تھے پھر اُٹھ کر ایک ایک نے اپنی وفا کا یقین دلایا اے مولا! یہ ایک جان ہے اگر خدا ہزار جان دے اور ہر دفعہ ہمارے جسم کے ہزار ٹکڑے کئے جائیں اور پھر خدا زندگی دے تو آپؑ کی راہ میں قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اے حسین علیہ السلام! ہم جانے کیلئے نہیں آئے، ہم جان بچانے کیلئے نہیں آئے ہم جان نثار کرنے کیلئے آئے ہیں۔ اُسکے بعد سید الشہداء علیہ السلام نے اُن انصار کو اپنا مقامِ شہادت بتایا اور بہشت میں اُنکا مقام بتایا۔

یہ سب کربلا کے راز ہیں جن کو کھولنے کی ضرورت ہے۔ اس میں ایک راز شب کا وہ حصہ ہے جو امامؑ نے جنابِ سید الساجدین علیہ السلام کے خیمے میں گزارا، حجتِ خدا کو وصیتیں فرمائیں جنہوں نے کل سے منصب امامت و منصب حجت خدا سنبھالنا ہے، جس طرح ہر امام اپنے وصی کو وصیتیں کرتا ہے ہر حجت خدا جب اس دُنیا سے جائے اپنے بعد آنیوالے حجتِ خدا کو وصیتیں کرتا ہے وہ وصیتیں فرمائیں اور وہ امانتیں جو امامت کی امانتیں تھیں وہ سید الساجدین علیہ السلام کے سپرد کیں لیکن امامؑ نے کچھ امانتیں جنابِ زینب عُلیا سلام اللہ علیہا کے سپرد کیں، اسلئے کہ اُن حالات کے اندر حجت خدا سید الشہداء علیہ السلام کے بعد امامؑ کو معلوم تھا کل صرف اس

کاروان میں ایک مرد بچ جائے گا اور وہ یہی حجتِ خدا ہیں، حجتِ خدا کو بچانا ہے، نسل رسولؐ کو بچانا ہے، امامت کو بچانا ہے اس کیلئے کچھ امانتیں جنابِ زینب علیاسلام اللہ علیہا کے سپرد کیں۔

شبِ عاشورامانتیں لینے کی رات

شبِ عاشور عہد کرنے اور امانتیں لینے کی رات ہے، وہ امانتیں جن کو کوئی اور تحمل نہیں کرسکتا، جن کو کوئی اور نہیں اُٹھاسکتا، اُن امانتوں کو لینے والے عزادارِ حسینی ہیں۔شبِ عاشور صرف اسلئے نہیں ہے کہ جو رسومات ہمارے بڑوں نے قائم کی تھیں وہ ادا کردی جائیں اور جہاں سلسلۂ عزاء قائم ہے اُس علاقے کے بزرگوں نے شب عاشور کیلئے جو رسمیں قائم کی تھیں اُنکی نسلیں جمع ہوکران رسموں کوادا کردیں۔شبِ عاشور عہد وامانت کی رات ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے شبِ عاشور بندگیِ خدا، تلاوتِ قرآن، اپنے پروردگار اور اپنے ساتھیوں کیساتھ عہد اور امانتیں سپرد کرنے کیلئے طلب کی تھی۔ سید الشہداء علیہ السلام نے آج شب اپنے امین کو وہ ساری امانتیں سونپ دیں اور اُس امین نے وہ ساری امانتیں سنبھال لیں۔

حامیانِ دین وحاملانِ دین

سب سے بڑی مشکل دین کی ہے، دین حاملِ امانت مانگتا ہے۔آج ہم دیکھتے ہیں کہ دین، سید الشہداء علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حامی بہت زیادہ ہیں چونکہ دین حامیوں کو فائدہ دیتا ہے جو دین کا حامی ہو جائے، جو حسین علیہ السلام کا

حامی ہو جائے، جو آلِ رسولؐ کا حامی ہو جائے آلِ رسولؐ اُس کو فائدہ دیتے ہیں، دین اُس کو فائدہ دیتا ہے لیکن جس سے دین کو فائدہ ملتا ہے، جس سے آلِ رسولؐ چاہتے ہیں فائدہ لیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاہیے وہ حامی نہیں بلکہ امانتوں کا حامل چاہیے، امانتوں کو اُٹھانے والا چاہیے۔

حاملینِ امانتِ الٰہی کی غفلت

سید الشہداء علیہ السلام کے حامی مدینہ میں موجود تھے لیکن امامؑ کیساتھ نہیں آئے، آپؑ کے حامی مکہ میں موجود تھے لیکن آپؑ کیساتھ سفر نہیں کیا اور بڑے حامی کوفہ کے اندر موجود تھے کوفہ پورا امامؑ کا حامی لیکن کربلا نہیں آئے اسلئے کہ کربلا میں حامیوں نے نہیں آنا تھا بلکہ کربلا میں انہوں نے آنا تھا جنہوں نے امانتوں کو حمل کرنا تھا، حاملین امانت کو آنا تھا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی امانت زمین کو پیش کیں، آسمان کو پیش کیں، پہاڑوں کو پیش کیں ہر ایک نے اُٹھانے سے انکار کر دیا

''......وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ......''

﴿انسان نے اس بوجھ کو اٹھالیا﴾ (سورہ احزاب، آیت ۷۲)

انسان نے ہماری امانت کو اُٹھالیا، انسان حاملِ امانت خدا ہے لیکن ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ

''......اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا''

﴿انسان اپنے حق میں ظالم اور نادان ہے﴾ (سورہ احزاب، آیت ۷۲)

انہی انسانوں کے اندر کچھ ایسے بھی موجود ہیں جو ظالم اور جاہل ہیں، جو بے خبر ہیں کہ انسان کی برتری پہاڑوں پر اسی امانتداری کی وجہ سے ہے۔ بعض ایسے ہیں جنہوں نے امانت لی ہی نہیں، بعض لے کر بھول گئے اور بعض اُٹھا کر ادا نہیں کر سکے، وفا نہیں کر سکے، امانت کو اپنے مقصود تک نہیں پہنچا سکے۔

کربلا کی زیارت کا مقصد

دین امانتوں کیلئے حامل مانگتا ہے اور آئمہ علیہم السلام کو حامل چاہئیں۔ شبِ عاشور امانتوں کی رات ہے وہ لوگ، وہ انصار، وہ جوان، وہ امام علیہ السلام، وہ حجت خدا جو اپنا عہد پورا کر رہے ہیں اب انصار مانگ رہے ہیں کہ کون ہے جو امین بنے، ان امانتوں کو اُٹھائے اور انہیں ادا کرے۔ شبِ عاشور لاکھوں زائرین کربلا جاتے ہیں اور اپنی حاجات پیش کرتے ہیں، اپنی خواہشات لے کر آجاتے ہیں، اپنی ضروریات لے کر آجاتے ہیں جس کو فرزند چاہیے، جس کو اولاد چاہیے، جس کو ملازمت چاہیے، جس کو صحت وسلامتی چاہیے، جس کو مال ودُنیا چاہیے، جس کو ثروت چاہیے سب اپنی اپنی حاجات کربلا سے لے آتے ہیں لیکن جس مقصد کیلئے کربلا بلایا گیا، جس مقصد کیلئے کربلا طلب کیا گیا، جس مقصد کیلئے زیارتِ کربلا کی تاکید کی گئی وہ یاد نہیں رہتا چونکہ اگر ایک حامیِ حسین علیہ السلام زائر بن کے کربلا جائے تو حاجتیں ہی مانگ کر آجاتا ہے، تبرکات لے کر آجاتا ہے لیکن اپنے مولاؑ کو خطاب کر کے یہ نہیں کہتا اے مولا! وہ امانت

جسکے اُٹھانے کیلئے آپؑ نے استغاثہ بلند کیا تھا مولا! میں وہ امانت بھی اُٹھانے کیلئے آیا ہوں!

زیارتِ جامعہ میں زیارت کے آداب

زیارتِ جامعہ حضرت امام ہادی علیہ السلام کا سب سے کامل زیارت نامہ ہے جو امامت کا منشور ہے، جو بتا رہا ہے کہ امام علیہ السلام کیا ہے اور امام علیہ السلام کے دربار میں حاضری کیا ہے اور امام علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوکر زائر کو کیا کرنا ہے اور کیوں حاضر ہونا ہے۔ اُس زیارت نامے کے اندر لکھا ہوا ہے کہ اے زائر جب کسی بھی امام علیہ السلام کی زیارت پر مشرف ہو اور خصوصاً جب کربلا میں مشرف ہو تو پہلے امامت کا اعتراف کر، امامت کے مقام کو سمجھ اور پھر اپنی حاضری کا مقصد بیان کر اور یہ کہے کہ میں اُن امانتوں کو اُٹھانے کیلئے آیا ہوں جن کیلئے آپ کو امانتداروں کی تلاش تھی۔ آپ کو امین کی تلاش تھی میں وہ امین ہوں آپ کا اور آپ سے امانتیں لینے آیا ہوں تاکہ اُن امانتوں کو وہاں پہنچاؤں جہاں تک آپ پہنچانا چاہتے تھے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کی حسرت

کمیل ابن زیاد نخعیؓ امیرالمومنین علیہ السلام کے بہت لائق شاگرد تھے جن کے نام پر دُعائے کمیل معروف ہے اور جن سے امیرالمومنین علیہ السلام کی بہت زیادہ روایات منقول ہیں، وہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک دن امیرالمومنین علیہ السلام نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے کوفہ کے نخلستان میں شہر سے باہر لے گئے اور جا کر

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا:

''ان ھاھنا لعلماً جما''

اے کمیل! اس سینے کے اندر علم کا ایک سمندر موجود ہے

''لو وجدت لہ حملة''

اے کاش! کوئی اس علم کو اُٹھانے والا مل جاتا، اے کاش اس علم کا کوئی حامل مل جاتا، اے کاش، میرے علم کا میری معرفت کا کوئی اُٹھانے والا مل جاتا۔ علی علیہ السلام حسرت کر رہے ہیں مجھے ملے تو بہت ہیں، امیر المومنین علیہ السلام کے پاس نفری بہت زیادہ تھی اتنی نفری موجود تھی جب مسجد کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام نمازِ جماعت قائم کرتے تو صفیں مسجد سے باہر ہو جاتیں، جب نمازِ جمعہ قائم کرتے تو صفیں مسجد سے باہر تک ہو جاتیں، جب اُس فوج کی صف بندی کرتے وہ بڑی لمبی طولانی صفیں بن جاتیں، یہیں سے اندازہ کر لیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کی فوج کا وہ حصہ جو خوارج بن کر امیر المومنین علیہ السلام سے الگ ہو گیا صرف اُسکی تعداد بارہ ہزار تھی جو جنگ صفین کے موقع پر الگ ہو گئے، ہزاروں کی تعداد میں نفری امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ تھی اور ہزاروں کی تعداد میں نفری کے اندر امیر المومنین علیہ السلام کھڑے ہو کر فریاد کر رہے ہیں

''لو وجدت لہ حملة''

اے کاش! اس ہزاروں، لاکھوں کی نفری میں کوئی ایسا ہو جو میری امانت کو بھی اُٹھانے والا ہو۔ آئمہ علیہم السلام امانتدار ڈھونڈ رہے ہیں، حامل امانت تلاش

کر رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر سید الشہداء علیہ السلام حاملینِ امانت کے متلاشی ہیں۔

کربلا میں حجتِ خدا کے دفاع کا انتظام

شب عاشور امامؑ نے مہلت مانگی، بندگیِ خدا و دُعا و مناجات کی، انصار کیساتھ رات بسر کی، اہل بیتؑ کیساتھ رات بسر کی اور ایک اہم کام امانتیں سپرد کیں اسلئے کہ ایک امین سید الشہداء علیہ السلام کے پاس موجود ہے اور باقی سب اپنا عہد صبح وفا کر جائیں گے، یہ امین بچ جائے گا اس کو امانتیں سونپ رہے ہیں اور بہت ساری امانتیں سید الشہداء علیہ السلام نے جنابِ زینب عُلیا سلام اللہ علیہا کو سونپیں تاکہ حجتِ خدا کا دفاع و تحفظ ہو جائے۔

امامؑ نے فرمایا کہ کل سے حکم سید الساجدین علیہ السلام کا ہوگا لیکن اے بی بی! سب کو بتادو کہ کوئی بھی سید الساجدین علیہ السلام سے آکر فتویٰ نہ پوچھے، حکم نہ پوچھے جس نے پوچھنا ہے زینب عُلیا سلام اللہ علیہا سے پوچھے اور پھر زینب عُلیا سلام اللہ علیہا آکر سید الساجدین علیہ السلام سے پوچھیں، کوئی بھی سیدھا سید الساجدین علیہ السلام کے پاس نہ آئے، نہ بیبیوں میں سے نہ ان بچ جانے والوں میں سے، نہ دوسروں میں سے، سب آئیں پہلے بارگاہِ زینبی میں حاضر ہوں اپنا مدعا بیان کریں اور پھر بی بی سلام اللہ علیہا آکر سید الساجدین علیہ السلام سے پوچھے، یہ سید الشہداء علیہ السلام کی تدبیر تھی تاکہ حاملِ امانت خدا کو محفوظ رکھیں۔

امامت عہدِ الٰہی

امامت عہد خدا ہے جب حضرت ابراہیمؑ کو امامت پر فائز کیا تو فرمایا

''......قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ'' (سورہ بقرہ، آیت ۱۲۴)

﴿ارشاد ہوا کہ یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا﴾

ظالم میرے عہد تک نہیں پہنچ سکتا یہ عہدِ خدا ہے جو ظالمین کیلئے نہیں ہے اُن کیلئے یہ ہے جو اسکے سزاوار ہیں، جو اسکے لائق ہیں، جو اسکے شایانِ شان ہیں یہ عہد خدا ہے اور یہ امانت خدا ہے۔ سید الشہداءعلیہ السلام نے شبِ عاشور امانتیں تحویل دیں اور روزِ عاشورا استغاثہ بلند کیا

"ھل من ذابٍ یذب عن حرم رسول اللہؐ"

اے لوگو سنو! میں اپنا عہد وفا کر کے جا رہا ہوں لیکن میری امانتیں باقی ہیں یہ امانتیں لینے والا میں طلب کرر ہا ہوں کوئی ناصر چاہیے، کوئی حامل چاہیے جو ان امانتوں کو آ کر اُٹھائے۔

شبِ عاشور اور رسمی اعمال

شب عاشور جاگ کر گزاریں، شب عاشورا سلئے نہیں کہ فقط جو مفاتیح الجنان میں چند اعمال لکھے ہیں فقط ظاہری طور پر اُنکو بجالائیں اور پھر یہ سمجھیں کہ ہم نے حق شبِ عاشورا ادا کر دیا یا شب عاشور فقط مراسم ورسومات ادا کر دو اور یہ گمان کرو کہ ہم نے شب عاشور کا حق ادا کر دیا، شب عاشور کا حق فقط دو ہستیوں نے ادا کیا ایک زینب عُلیا سلام اللہ علیہا نے ادا کیا ایک سید الساجدینعلیہ السلام نے ادا

کیا۔

لبیک یا حسین علیہ السلام کا مفہوم

لبیک یا حسین علیہ السلام نہ خطیب کی داد ہے، نہ تحسین ہے، نہ معمول کا شعار ہے نہ ثواب کیلئے ایک جملہ ہے بلکہ لبیک یا حسین علیہ السلام استغاثۂ حسین علیہ السلام کا جواب ہے، حسین علیہ السلام نے تنہا استغاثہ کیا، تشنہ لب استغاثہ کیا لیکن ایسا استغاثہ کیا کہ جسکی ندا قیامت تک ہر باضمیر سن رہا ہے چودہ سو سال سے جو ندا اس کائنات کے اندر گونج رہی ہے حسین علیہ السلام کی ندا بجھی نہیں، کم نہیں ہوئی، تشنہ نے جو استغاثہ کیا اُس نے پوری دُنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔

آج پاکستان اور اس زمانے کی بھی شب عاشور ہے، آج کے عہد کی امانتیں، آج کے عہد کے فریضے، آج کے عہد کے وہ واجبات جو سید الشہداءؑ سونپنا چاہتے ہیں ہر زمانے کا امین ڈھونڈ رہے ہیں۔ شبِ عاشور وہ امانتیں اُٹھانے کا وقت ہے۔

شب عاشور سید الشہداء علیہ السلام کو امین چاہیے تھا، جنابِ زینب عُلیا سلام اللہ علیہا کو امین چاہیے تھا ہر معصوم کو امین چاہیے تھا، امین تلاش کر رہے ہیں۔ شب عاشور وہ امانتیں وصول کرنی ہیں، وہی امانتیں جو نہیں اُٹھائی گئیں، وہی امانتیں جنہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔ حمایت کرنیوالے تو بہت آئے لیکن امانتیں نہیں اُٹھا سکے۔ حامیوں سے دین قائم نہیں ہوتا، حامیوں سے حسین علیہ السلام کا مقصد پورا نہیں ہوتا، حامیوں سے حامیوں کا مقصد پورا ہوتا ہے۔

آپ جانتے ہیں سیاست دان کے حامی وہ ہوتے ہیں جن سے حامیوں کا مقصد پورا ہوتا ہے اگر کسی کی حمایت کرو، سیاسی پارٹی کی حمایت کرو فلاں جماعت کی حمایت کرو تاکہ کل اس سے ہمارا مقصد پورا ہوجائے۔ حامی ہمیشہ اپنا مقصد لے کر کسی کیساتھ تعاون کرتا ہے۔ ہم حسین علیہ السلام کی تائید کرنے نہیں آئے، ہم شبِ عاشور سید الشہداء علیہ السلام کیساتھ تعاون کرنے نہیں آتے، ہم سید الشہداء علیہ السلام کی زبانی طور پر تصدیق کرنے نہیں آتے کیونکہ حسین علیہ السلام کو حامیوں کی نہیں بلکہ حسین علیہ السلام کو حاملوں کی ضرورت ہے، حسین علیہ السلام کو زبانی حامیوں کی ضرورت نہیں جو اپنا مقصد لے کر آئے ہوں۔

شبِ عاشور عہد و پیمان کی رات

ہم کہتے ہیں کہ مجلسِ عزا میں ہمارا مقصد پورا ہوگا، جب کوئی کہتا ہے میرے مریض کو شفا نہیں مل رہی تو دوسرا رہنمائی کرتا ہے تم شبِ عاشور کی مجلس میں جاؤ وہاں جا کر عزاداری کرو تمہیں شفا مل جائے گی اور یقیناً مل جاتی ہے لیکن یہ سب حامیِ حسین علیہ السلام ہیں۔ حامی حسین علیہ السلام شب عاشور آکر اپنی مراد پیش کرتا ہے، ماتم حسین علیہ السلام کرتا ہے روتا ہے پھر اپنا مقصد طلب کرتا ہے اے مولا! حسین علیہ السلام کے صدقے، اے مولا! سید الشہداء علیہ السلام کے صدقے میری یہ آرزو پوری کردے، میری یہ حاجت پوری کردے، میری یہ مشکلات حل کردے، میرا یہ معاملہ آسان کردے، میرے لئے یہ منزل آسان کردے، یہ سب کچھ ہم اپنے لئے طلب کرتے ہیں حسین علیہ السلام کی حمایت کرکے اپنے لئے سب کچھ طلب

کرتے ہیں لیکن شب عاشور حسین علیہ السلام نے اُن حامیوں کیساتھ نہیں بلکہ حاملوں کیساتھ جو حاملِ امانت خدا تھے اُن کیساتھ رات بسر کرنی ہے۔

تم امینِ حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام بنو، امینِ امیرالمومنین علیہ السلام بنو، تم امینِ خدا بنو، تم امینِ امامت بنو، تم امینِ ولایت بنو، تم وہ سارے عہد اور امانتیں اپنے دوش پر لو جن کیلئے آئمہ علیہم السلام کو حسرت ہو رہی ہے وہ علی علیہ السلام جو حسرت کا ہاتھ اپنے سینے پر مار رہے ہیں، اُس مولا کو آج شب پکارو کہ اے علی علیہ السلام! ایک دن کوفہ کے اندر ہزاروں کی نفری میں ساٹھ ہزار فوج کے اندر آپؑ کو سینے پر حسرت سے ہاتھ مارنا پڑا، یہ ساٹھ ہزار حامی تھے لیکن کوئی امانت اُٹھانے والا نہیں تھا، اے امیرالمومنین علیہ السلام آج ہم شب عاشور کو حاضر ہوئے ہیں، نہ اسلئے کہ آپؑ کی حمایت کر کے اپنے مقصد پورے کریں آج ہم اپنی جانیں پیش کر کے آپؑ کی امانتوں کو اُٹھانے کیلئے حاضر ہوئے ہیں۔

عزاداری میں مشکلات کی وجہ

پاکستان میں عزاداری کی یہ مشکلات کیوں بنیں؟ کیوں عزاداری کے دن خطرے کی گھنٹیاں بجائی جاتی ہیں، سائرن بجائے جاتے ہیں، نو دس محرم کو ہائی الرٹ ہوتا ہے، پورے شہروں کے اندر موبائل سسٹم بند کر دیا جاتا ہے، شہروں کے اندر مومنین کو خوفزدہ و ہراساں کیا جاتا ہے! یہ نوبت کیوں پہنچی؟ اتنی نفری موجود ہے، عاشور کے دن کروڑوں لوگ سڑکوں کے اوپر موجود ہوں گے لیکن سب خوفزدہ ہوں گے کہ کل کیا ہوگا؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے امیرالمومنین علیہ السلام

کیساتھ نوے ہزار کی نفری تھی اور آپؑ حسرت کا ہاتھ سینے پر مار رہے ہیں۔ ہم آج ماتم کا ہاتھ سینے پر مارتے ہیں، مولاؑ نے بھی حسرت کا ہاتھ سینے پر مارا اور حسرت کی کہ ساٹھ ہزار حامی تو مل گئے انکے اندر ایک حاملِ امانت موجود نہیں ہے۔

یہ سب حالات کیوں بنے؟ اسلئے کہ عاشورہ کی امانتیں حمل کرنیوالا کوئی بھی نہیں، شب عاشور کو امانتیں لینے والا کوئی بھی نہیں، کربلا کی امانتیں لینے والا کوئی بھی نہیں۔ سب حامی ہیں، اپنے مقصد لیکر کربلا اور عزا میں آتے ہیں، اپنی اپنی آرزو لیکر ماتم کے اندر آتے ہیں لیکن کبھی پوچھتے نہیں اے مولا! آپؑ کی امانت کہاں ہے جو میں اُٹھاؤں! اگر ہم حاملین امانت بن گئے ہوتے تو آج نہ صرف عزاء کو خطرہ نہ ہوتا اور عزاء محفوظ ہوتی بلکہ ہر مومن محفوظ ہوتا، ہر شیعہ محفوظ ہوتا اس طرح قتل عام نہ ہوتا، اس طرح شہادتیں نہ ہوتیں، اس طرح جلوسوں کے اوپر حملے نہ ہوتے، اس طرح بے گناہ و بے قصور جانیں ضائع نہ ہوتیں!

امینِ امامت، جناب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا

ایک بی بی سلام اللہ علیہا نے شبِ عاشور امانت حمل کی کہ اے حسین علیہ السلام میں حاضر ہوں امانتیں اُٹھانے کیلئے۔ جب سید الشہداء علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کل شہید ہوجائیں گے، کل جدائی ہوجائے گی تو یہ سن کر بی بی سلام اللہ علیہا بیہوش ہوگئیں۔ سید الشہداء علیہ السلام بی بی سلام اللہ علیہا کو ہوش میں لائے اور فرمایا بی بی سلام اللہ علیہا کل تو میں نہیں ہوں گا

کل تو یہ امانت آپ کے دوش پر ہو گی اور جسکے دوش پر امانت ہو اگر اُس پر غشی طاری ہوتی رہے تو وہ کس طرح سے امانت کا حق ادا کرے گی؟ شہید مطہریؒ فرماتے ہیں کہ اُسکے بعد بنت علی علیہ السلام بہت دلیر و شجاع ہو گئیں اور مسلسل شجاعت میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور ایک وقت ایسا آ گیا کہ شامِ غریباں جلے ہوئے خیموں کے اندر چھوٹے چھوٹے بلبلاتے ہوئے بچے، چیختے ہوئے بچے اور خواتین سہمی ہوئی نیزہ اُٹھا کر جلے ہوئے خیموں کے پاس اُن بیبیوں کو کیا کہتی ہے؟ بیبیو! گھبرانا نہیں آج اگر عباسؑ نہیں تو زینب سلام اللہ علیہا موجود ہے، آج میں تمہاری محافظ ہوں۔ جسکی آنکھوں کے سامنے اتنا ظلم ہوا جس نے اپنی آنکھوں سے بھیا کی پشتِ گردن پر خنجر چلتے دیکھا لیکن چونکہ امانت ہے دوش کے اوپر، اس امانت کو سنبھالنا ہے، اس امانت کو اُٹھانا ہے۔

شیعہ حاملِ امانت

جو کچھ سید الشہداء علیہ السلام کے پاس امامت کی امانت تھی وہ ساری امانت سید الشہداء علیہ السلام نے حجت خدا سید الساجدین علیہ السلام کے سپرد کی اور سید الساجدین علیہ السلام کا محافظ جنابِ زینب عُلیا سلام اللہ علیہا کو بنایا۔ خود سید الساجدین علیہ السلام کو ایک امانت کے طور پر جنابِ زینب عُلیا سلام اللہ علیہا کے حوالے کیا، بی بی حجت خدا کی حفاظت آپ کے ذمہ۔ شیعہ اُسی امانت دار کا نام ہے، عزادار ایسی کربلا کے امانتدار کا نام ہے وہ امانتیں آج ادا کرنی ہیں، وہ امانتیں آج اُٹھانی ہیں اُن امانتوں کو اپنے دوش پر لینا ہے۔

ہم غیر ذمہ دار لوگ نہیں ہیں شیعہ ذمہ دار کا نام ہے، شیعہ امانتدار کا نام ہے لیکن جب سے ہم نے اُن امانتوں سے توجہ ہٹائی مشکلات میں پڑ گئے، ان مشکلات کا حل جو ہم آج دوسروں سے مانگتے ہیں، اپیلیں کرتے ہیں کبھی حکومتوں سے اپیلیں کرتے ہیں کبھی دوسروں سے اپیلیں کرتے ہیں۔ عاشور کے دن پانچ کروڑ شیعہ روڈ پر نکلیں گے لیکن کیا کہہ رہے ہیں؟ اس پانچ کروڑ کی حفاظت کوئی اور آ کر کرے۔

ذرا عدد پر تو غور کریں، پانچ کروڑ شیعہ عاشور کے دن حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کے نام پر باہر نکلیں گے لیکن اُس کو اپنے تحفظ کا ڈر و خوف ہے۔ کیوں شیعہ کو ڈر ہو گیا؟ کیوں شیعہ خوفزدہ ہو گیا؟ جب پانچ کروڑ کی تعداد میں یہ باہر نکلے گا تو کس کو ڈرنا چاہیے؟ عاشور کے دن یزیدیت کو ڈرنا چاہیے، عاشور کے دن آج کے عبیداللہ کو ڈرنا چاہیے، عاشور کے دن آج کے شمر و خولی کو ڈرنا چاہیے، عاشور کے دن اُن کو خوفزدہ ہونا چاہیے لیکن شیعہ کیوں خوفزدہ ہے؟ اسلئے کہ ہم نے امانتیں چھوڑ دیں، ہم نے رسمیں تو اپنا لیں لیکن امانتیں چھوڑ دیں! عاشورہ امانتوں کی رات ہے وہ امانتیں اپنے دوش پر لو۔

آئمہ ؑ کا حقیقی غم

امامِ باقر علیہ السلام کا فرمان ہے جب عیدِ فطر کا دن آتا ہے ہمارا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ روای نے سمجھا کہ شاید شہدائے کربلا کا غم تازہ ہو جاتا ہے، امامِؑ نے فرمایا نہیں! یہ غم تازہ نہیں ہوتا، کربلا کا غم ہمیشہ تازہ ہے۔ وہ ایک اور غم ہے جو

عید کے دن تازہ ہوجاتا ہے۔

امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ اللہ نے عید کا دن امامِ مسلمین کیلئے مقرر کیا ہے اور میں امامِ مسلمین ہوں لیکن جب عید کا دن آتا ہے اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ مسند حکومت کے اوپر، مسند حاکمیت کے اوپر یزید ظاہر ہے، فرعون موجود ہے، طاغوت بیٹھا ہوا ہے اُس وقت میرا غم تازہ ہوجاتا ہے اور ہر امامؑ کا غم تازہ ہوجاتا ہے اور آج امامِ زمانؑ کا غم بھی تازہ ہوجاتا ہے۔

آئمہؑ کی تنہائی کا سبب

خداوند متعال نے جن آئمہ علیہم السلام کو بشریت کی ہدایت کیلئے امام علیہ السلام بنایا وہ کیوں کربلا میں تنہا ہوگئے؟ وہ کیوں محراب میں تنہا ہوگئے؟ وہ کیوں زندانوں میں تنہا ہوگئے؟ وہ کیوں گھروں میں تنہا ہوگئے؟ وہ کیوں پہروں کے اندر رہ گئے؟ اسلئے کہ کچھ لوگوں نے امانت نہیں اُٹھائیں۔ جن کے دوش پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امانتیں ڈالیں انہوں نے نہیں اُٹھائیں تو علی علیہ السلام تنہا ہوگئے، کچھ لوگوں نے امانتیں نہیں اُٹھائیں امامِ مجتبیٰ علیہ السلام تنہا ہوگئے، کچھ لوگوں نے امانتیں نہیں اُٹھائیں سید الشہداء علیہ السلام تنہا ہوگئے اور کچھ لوگوں نے امانتیں نہیں اُٹھائیں اور آج ہمارے امامؑ پردۂ غیبت میں ہیں اور ہم اُن سے محروم ہیں۔ یہ امانتیں نہ اُٹھانے نے بڑے درد پیدا کئے۔ یہ لوگ موجود تھے، شیعہ بھی موجود تھا لیکن حامی تھا فقط امانت نہیں اُٹھا رہا تھا۔

جس دن امامِ ہفتمؑ کا جنازہ پل دجلہ پر رکھ دیا گیا اور اعلان ہوا کہ شیعوں

کا امامؑ، رافضیوں کا امامؑ اس دُنیا سے گزر گیا، اعلان ہوا، منادی ہوئی۔ بغداد کے اندر سب آتے اور آکر امامؑ کے چہرے پر پڑی ہوئی چادر اُٹھاتے اور دیکھتے کہ آیا شکنجے کے آثار ہیں یا نہیں اور جب دیکھتے کہ شکنجے کے آثار نہیں ہیں تو تائید کر دیتے کہ حکومت اس میں قصوروار نہیں ہے، حکومت نے شہید نہیں کیا، حکومت بری الذمہ ہے۔ اگر اُس وقت امانتدار ہوتے تو خدا نے جس کو امام علیہ السلام بنایا تھا، زندان کیلئے امام علیہ السلام نہیں بنایا تھا، سندی ابن شاھق کے شکنجوں کیلئے امام علیہ السلام نہیں بنایا تھا۔ امام علیہ السلام بنایا تھا اُمت کی ہدایت کیلئے رہنمائی کیلئے۔ ہر زمانے کے امام علیہ السلام، ہر عہد کے امام علیہ السلام ان حالات سے کیوں دوچار ہوئے؟ اسلئے کہ جنہوں نے امانتیں اُٹھانی تھیں وہ امانتیں انہوں نے نہیں اُٹھائیں۔

ہمارا غم اور سیدالشہداء علیہ السلام کا غم

غمِ حسین علیہ السلام بہت بڑی نعمت ہے، ایک امانت ہے جس کو حامل چاہیے۔ ایک وہ غم ہے جو ہمارے دلوں کے اندر موجود ہے اور ایک وہ غم ہے جو حسین علیہ السلام کے دل میں موجود ہے۔ وہ غم جو ہمارے دل میں ہے وہ سید الشہداء علیہ السلام کے بارے میں ہے لیکن وہ میرا اور آپ کا غم ہے اور ایک وہ غم ہے جس نے سید الشہداء علیہ السلام سے مدینہ اور گھر چھڑوادیا، وہ سید الشہداء علیہ السلام کا غم ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام کو امین چاہیے جس کو یہ غم سونپ سکیں۔

اے پروردگار! حسین علیہ السلام کا غم اُٹھانے والا کون ہے؟ ہم مانگتے بھی ہیں کہ

اے پروردگارا! ہمیں غمِ حسین علیہ السلام عطا فرما، یہ سب سے بڑی نعمت ہے لیکن ہمارے دلوں کے اندر صرف شہادتِ امامؑ کا غم ہے، اسارت اہل بیتؑ کا غم ہے، وہ غم جو سید الشہداء علیہ السلام کے دل میں تھا جس نے سید الشہداء علیہ السلام سے مدینہ چھڑایا، قبر رسولؐ چھڑائی، قبر بتول سلام اللہ علیہا چھڑائی، امام مجتبیٰ علیہ السلام کا روضہ چھڑایا، حرمِ خدا چھڑایا، کعبہ چھڑایا اور وہ غم جو حسین علیہ السلام کو کربلا لے آیا، حسین علیہ السلام اُس غم کے اُٹھانے کیلئے کسی کی تلاش میں ہیں، کون ہے جو حسین علیہ السلام کا غم اُٹھائے؟

امام حسین علیہ السلام کا حقیقی غم

حسین علیہ السلام کا غم کیا ہے؟ کونسی امانت حسین علیہ السلام آپ کو دینا چاہتے ہیں؟ امامؑ فرماتے ہیں میرا غم یہ ہے کہ میں موجود ہوں، میرے حامی بھی موجود ہیں لیکن حکومت یزید کر رہا ہے، تخت پر یزید بیٹھا ہوا ہے۔

''وعلی الاسلام السلام اذ قد بلیت الأمة براعٍ مثل یزید''

یہ حسین علیہ السلام کا درد ہے کہ جب اُمت یزیدیوں میں مبتلا ہو جائے اُس وقت اسلام کے اوپر فاتحہ پڑھ دو، یہ حسین علیہ السلام کا غم ہے۔ یزیدیوں میں اُمت کو مبتلا ہو جانا، طاغوتیوں میں مبتلا ہو جانا یہ حسین علیہ السلام کا غم ہے۔ یہ غم حسین علیہ السلام کو آرام سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ ساری دُنیا مشورہ دے رہی ہے مولاؑ آپ مدینے میں رہیں باہر خطرہ ہے، آپ مکہ میں رُک جائیں باہر خطرہ ہے، آپ یمن چلے جائیں باہر خطرہ ہے، آپ کسی جگہ چھپ کر بیٹھ جائیں باہر خطرہ ہے لیکن سید الشہداء علیہ السلام ان خطرات کی راہوں پر نکل رہے ہیں، اعلان کر کے سب کو دعوت بھی دے رہے

ہیں کہ آؤ میرے ساتھ، انہی خطروں کے اوپر آؤ۔ جب تک یہ غم باقی ہے میں چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔

غمِ حسین علیہ السلام کے امین ناپائید

غمِ حسین علیہ السلام امانت ہے، اس امانت کو اُٹھانا ہے۔ شبِ عاشور غمِ حسین علیہ السلام جنابِ زینب سلام اللہ علیہا نے اُٹھایا، غمِ حسین علیہ السلام کی امین بنیں۔ اے حسین علیہ السلام تیرا غم کیا ہے؟ میرا غم یہ ہے کہ یزید برسرِ اقتدار رہے، بی بی سلام اللہ علیہا نے کہا یہ غم میں لیتی ہوں، اب یہ غم جو حسین علیہ السلام کے سینے میں ہے کل سے یہ غم زینب سلام اللہ علیہا کے پاس آجائے گا اور زینب سلام اللہ علیہا اسکا حق ادا کرے گی، یہ بی بی سلام اللہ علیہا اسکا حق ادا کرے گی، یہ بی بی سلام اللہ علیہا پہنچ جائے گی جہاں یزید بیٹھا ہوا ہے اُسکو اسکے تخت پر رسواء کرکے آئے گی۔ اُسکو بتا کر آئے گی، یزیدیت کو ذلیل کرکے آئے گی۔ اسلئے کہ یہ بی بی سلام اللہ علیہا وارثِ غمِ حسین علیہ السلام ہے۔ شاعر نے گویا اس شعر میں کربلا کی ترجمانی کی ہے:

مقتل میں نہ مسجد نہ خرابات میں کوئی
ہم کس کی امانت میں غمِ کارِ جہاں دیں
شاید کوئی ان میں سے کفن پھاڑ کے نکلے
اب جائیں شہیدوں کے مزاروں پہ اذاں دیں

ان زندوں میں کوئی بھی نہیں ہے جسکی تحویل میں امانت غمِ جہاں دیں۔ اس دوراں کا غم، اس عصر کا غم کس کی تحویل میں دیں۔ ہر ایک کے دل میں اپنا غم

بیٹھا ہوا ہے کسی کو اپنے بچے کا غم ہے، کسی کو اپنی نوکری کا غم ہے، کسی کو اپنی شہرت کا غم ہے، کسی کو اپنی سیاست کا غم ہے، کسی کو اپنے اقتدار کا غم ہے، کسی کو اپنے منصب کا غم ہے، کسی کو اپنے نام ونمود کا غم ہے ہر ایک کو اپنی ذات کا غم ہے۔ آج بھی اہل بیتؑ کربلا کے اندر حیران ہیں کہ امانت غمِ کارِ جہاں کس کی تحویل میں دیں؟ کون ہے اس غم اور اس امانت کو اُٹھانے والا؟

شبِ عاشورا امانتیں حمل کرنے کی رات

شبِ عاشورا اس امانتِ غمِ کارِ جہاں کو تحویل دینے کا وقت ہے، سید الشہداءؑ سے عہد کا وقت ہے۔ جس طرح اُن انصار نے عہد کیا تھا اے مولا! یہ ایک جان ہے اگر ہزار جان ہو، ہزار دفعہ قربان ہو جائیں، ہزار ہزار ٹکڑے ہو جائیں اور پھر خدا زندگی دے تو پھر آپؑ کے قدموں میں نثار کرنے کیلئے تیار ہیں! اگر یہ غم کو امین مل گئے ہوتے تو خدا شاہد ہے آج یہ پانچ کروڑ ہراساں نہ ہوتے، خوفزدہ نہ ہوتے۔ آج مٹھی بھر دہشت گردان سے کھیل نہ رہے ہوتے، انکے خون کی ہولی نہ کھیل رہے ہوتے، انکے مذہب کے مقدسات کی بے حرمتی نہ کر رہے ہوتے، انکے رسولؐ کی بے حرمتی نہ کر رہے ہوتے اگر آج کوئی غمِ امانتِ حسین علیہ السلام کا حامل موجود ہوتا۔ جبکہ اب تو ہم اپنے غم لے کر آتے ہیں، اپنے غموں کے حامل ہیں جبکہ غمِ حسین علیہ السلام کو حامل کی ضرورت ہے۔

جنابِ زینب سلام اللہ علیہا امینِ غم حسین علیہ السلام

جنابِ زینب عُلیا سلام اللہ علیہا حاملِ غمِ حسین علیہ السلام و امینِ غمِ حسین علیہ السلام تھیں حالانکہ خود

بھی بہت غمزدہ تھیں۔ اپنے بچے جب قربان ہو گئے آنسو نہیں بہایا، فریاد نہیں کی کہا حسین علیہ السلام کے بچوں کا صدقہ لیکن جب علی اکبرؑ شہید ہوئے، فریادیں کرتی ہوئی خیمے سے باہر آئیں۔ جب بازارِ کوفہ پہنچیں تو بی بی سلام اللہ علیہا کے کتنے غم تھے؟

علی علیہ السلام و سیدہ سلام اللہ علیہا کی بیٹی، سر کے اوپر چادر نہیں ہے، ہاتھ رسیوں میں پابند ہیں، بھائی اور بیٹے اور عزیز سارے کربلا میں شہید ہو گئے، 72 سر نوکِ سناں پر سامنے موجود ہیں، ہزار غم تھے لیکن غمِ حسین علیہ السلام نے اُن سارے غموں کو چھپا دیا صرف ایک غم بی بی سلام اللہ علیہا کے ذہن میں تھا وہ غمِ حسین علیہ السلام! شبِ عاشور جو امانت لی تھی اُس کو ادا کر رہی ہوں۔ آپؑ نے جو کہا تھا

هل من ذابٍ يذب عن حرم رسول الله

کوئی ہے جو حرمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے، حرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے۔ اے حسین علیہ السلام! تیری بہن آج بازارِ کوفہ میں دفاع کر رہی ہے، حرمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کر رہی ہے، حرمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کر رہی ہے۔

بسمہ تعالیٰ

معروضی سوالات

حسینی عزادار

سوال نمبر۱: کون سے لوگ خدا کی بارگاہ میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہیں۔

الف: عالم نما جاہل　　ب: جس کو خدا نے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہو

ج: جاہل نما عالم　　د: (الف) اور (ب)

سوال نمبر۲۔ امام حسینؑ کو کس کی ضرورت ہے۔

الف: حامی　　ب: حامل

ج: منصور　　د: (الف) اور (ب)

سوال نمبر۳۔ امام حسینؑ نے اپنے زمانے کے معاشرے کو کن چیزوں سے تشبیہ دی۔

الف: سیدھے راستے الٹے ہو گئے ہیں

ب: بھلائی برتن میں بچی ہوئی تری کے برابر رہ گئی ہے

ج: معاشرہ ایک روندی ہوئی چراگاہ بن گیا ہے　　د: سب ہی درست ہیں

سوال نمبر۴۔ پاکستان میں جب الیکشن آتے ہیں تو عوام کس چیز کی تیاری کرتی ہے۔

الف: طاغوت کو مسند پر بٹھانے کی تیاری　　ب: بھنگڑے کی تیاری

ج: (الف) اور (ب)　　د: نظامِ ولایت کے نفاذ کی تیاری

سوال نمبر۵۔امام حسینؑ کا غم کیا تھا۔

الف: یزید تخت پر بیٹھا تھا　　ب: طاغوت مسند خلافت پر تھا

ج: لوگ امام حسینؑ کا ساتھ نہیں دے رہے تھے　　د: الف اور ب

سوال نمبر۶۔''لتشقون علی أنفسکم فی دنیاکم و تشقون به فی آخرتکم'' یہ کس کا فرمان ہے۔

الف: حضرت امام حسینؑ　　ب: حضرت زینبؑ

ج: حضرت علیؑ　　د: حضرت امام زین العابدینؑ

سوال نمبر۷۔کوفی کربلا میں کیوں نہیں آئے۔

الف: بزدلی کی وجہ سے　　ب: غداری کی وجہ سے

ج: مکاری کی وجہ سے　　د: سب صحیح ہیں

سوال نمبر۸۔''ان ھا ھنا لعلماً جما'' کس مقدس ہستی کا فرمان ہے۔

الف: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم　　ب: حضرت امام علیؑ

ج: حضرت امام محمد باقرؑ　　د: حضرت امام حسینؑ

سوال نمبر۹۔حضرت زینبؑ کا دربارِ یزید میں کونسا جملہ عزاداروں کے لیے قیامت تک رونے کے لیے کافی ہے۔

الف: کیا تم میں کوئی مسلمان ہے؟　　ب: کیا تم میں کوئی مومن ہے

ج: کیا تم میں کوئی صحابی رسول ﷺ ہے　　　　د: کیا تم کافر ہو گئے ہو

سوال نمبر ۱۰۔ سب سے باوفا اصحاب کس شخصیت کو میسر آئے۔

الف: رسول خدا ﷺ　　　　ب: حضرت امام علیؑ

ج: حضرت امام حسنؑ　　　　د: حضرت امام حسینؑ

سوال نمبر ۱۱۔ امام حسینؑ کے زمانے میں کوفی کس کام کے لئے تیار تھے۔

الف: یزید کا تختہ الٹنے کے لئے　　　　ب: امام حسین کی نصرت کے لئے

ج: بھنگڑے اور دھمال کے لیے　　　　د: الف اور ب

سوال نمبر ۱۲۔ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے کس کی پیروی لازمی ہے۔

الف۔: والدین　　　　ب: صحابہ

ج: رسول اللہ ﷺ　　　　د: سب صحیح ہیں

سوال نمبر ۱۳۔ کس چیز سے انسان کے غم کا پتہ چلتا ہے۔

الف: چہرے سے　　　　ب: آنسو بہانے سے

ج: خواہش کے پورا نہ ہونے سے　　　　د: مقصد کی دوری سے

سوال نمبر ۱۴۔ امام حسینؑ نے جنگ کے لئے نو محرم کے بجائے دس محرم الحرام کو کیوں ترجیح دی۔

الف عبادت ومناجات کے لئے
ب: دشمن کومہلت دینے کے لئے
ج: اپنے اصحاب کوواپس بھیجنے کے لیے
د: پانی حاصل کرنے کے لئے

سوال نمبر١۵۔ میدان کربلا میں امام حسینؑ کے انصار کے سردار کون تھے۔
الف: زہیرابنِ قینؓ
ب: مسلم ابنِ عوسجہؓ
ب: نافع ابن ہلالؓ
د: حبیب ابنِ مظاہرؓ

سوال نمبر١٦۔ "عہدہ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا"۔ یہ مطلب قرآن کی کس آیت میں ہے۔
الف: سورۃ البقرہ١٢۴
ب: سورۃ البقرہ١۴٢
ج: سورۃ نور١٣
د: سورۃ احزاب٧٢

سوال نمبر١٧۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے خدا سے کیا طلب کیا۔
الف۔ تلاوتِ قرآن
ب: زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ج: انفاق راہِ خدا
د: سب صحیح ہیں

سوال نمبر١٨۔ جب کوئی حامی حسینؑ زیارت کے لئے جاتا ہے تو کیا مانگتا ہے۔
الف: حاجتیں مانگتا ہے
ب: امانت مانگتا ہے
ج: منتیں مانگتا ہے
د: (الف) اور (ب)

سوال نمبر۱۹۔کون سے زیارت نامہ کوامامت کامنشور کہا گیا ہے۔

الف:زیارت ناحیہ
ب:زیارت وارثہ
ج:زیارت جامعہ
د:زیارت عاشورا

سوال نمبر۲۰۔شیعہ کسے کہتے ہیں۔

الف:عزت دار
ب:ذمہ دار
ج:امانتدار
د:(ب)اور(ج)

سوال نمبر۲۱۔عزادارِحسینؑ کسے کہتے ہیں۔

الف:جوحاملِ امانت ہو
ب:مقصدِحسینؑ کی حقیقت سے آگاہ ہو
ج:طاغوتی نظام کاانکارکرے
د:سب صحیح ہیں

سوال نمبر۲۲۔''وعلی الاسلام السلام اذ قد بلیت الأمة براعٍ مثل یزید''یہ کس کافرمان ہے۔

الف:حضرت علیؑ
ب:حضرت امام حسینؑ
ج:حضرت امام ہادیؑ
د:حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

سوال نمبر۲۳۔سورۃ احزاب آیت ۷۲ میں انسان کوظالم وجاہل کیوں کہا گیا ہے۔

الف:امانت نہ اٹھانے کی وجہ سے
ب:امانت اٹھا کراسے ادانہیں کیا
ج:امانت کی شناخت نہ ہونے کی وجہ سے
د:امانت کوواپس کرنے کی وجہ سے

سوال نمبر۲۴۔ بے قیمت انسان کو استاد سید جواد نقوی (حفظہ اللہ) نے کس چیز سے تشبیہ دی ہے۔

الف: خاک سے　　ب: کچرے سے

ج: کباڑ سے　　د: مردہ سے

سوال نمبر۲۵۔ ناصبی کسے کہتے ہیں۔

الف: جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہو　　ب: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہو

ج: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلِ بیتؑ کا دشمن ہو　　د: جو اہلبیتؑ کا دشمن ہو

اوپن بک انعامی مقابلہ (Competition) کے لیے جوابات

8 ربیع الاوّل 1436 سے قبل اس ویب سائیٹ پر جمع کروائے جاسکتے ہیں۔

www.pairwan-e-wilayat.com

جواب نامہ

Registration Code........................

ضروری ہدایات

قارئین کی سہولت کے لیے جوابات انٹرنیٹ کے ذریعے بھی وصول کیئے جائیں گے

اس کے لیے آپ اپنے Browser پر

www.pairwan-e-wilayat.com لکھ کر او پر موجود

Registration Code کے ذریعے جوابات جمع کرواسکتے ہے۔

اور جن قارئین کے پاس انٹرنیٹ کی سہولت موجود نہیں وہ صفحہ نمبر 100 پر موجود جواب نامہ پُر کے ہمارے مراکز پر ارسال کر سکتے ہیں یا ہمارے نمائندے کے پاس جمع کروائے جاسکتے ہیں۔ صحیح جوابات پر (   ) کا نشان لگائیں۔

For More Detail Pls Contact 0300-2796804 - 0333-2318115

حلف نامہ (پُر کرنا لازمی ہے)

میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حلفیہ اقرار کرتا/ کرتی ہوں کہ

میں بذات خود اس کتاب کو پڑھ کر جوابات جمع کروا رہا/رہی ہوں اور اس سلسلے میں کسی دوسرے فرد سے مدد حاصل نہیں کی۔

دستخط امیدوار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نام .... ولدیت .... تاریخ پیدائش ....

مکمل پتہ ....

تعلیمی صلاحیت .... رابطہ نمبر ....

شناختی کارڈ نمبر ....

Email ....

ردیف	الف	ب	ج	د	ردیف	الف	ب	ج	د
۱					۱۴				
۲					۱۵				
۳					۱۶				
۴					۱۷				
۵					۱۸				
۶					۱۹				
۷					۲۰				
۸					۲۱				
۹					۲۲				
۱۰					۲۳				
۱۱					۲۴				
۱۲					۲۵				
۱۳									

السلام علیک یا ابا عبداللہ الحسین (ع)

پاکستانی چاہتے ہیں کہ ہمارے بگڑے ہوئے حالات ٹھیک ہوجائیں۔ کبھی سوچتے ہیں کہ شاید ووٹوں سے ٹھیک ہوجائیں گے، کبھی سوچتے ہیں کہ فلاں کنڈیڈیٹ(Candidate) ٹھیک کرے گا۔ جب الیکشن کے دن آتے ہیں تو ساری قوم بھنگڑوں کی تیاری کرتی ہے۔ ساٹھ سال تک یہ بھنگڑا کھیلتے رہے ہیں لیکن آج نہ کسی کی جان محفوظ ہے، نہ کسی کی عزت محفوظ ہے، نہ کسی کی ناموس محفوظ ہے، نہ مجلسیں محفوظ ہیں، نہ عزاداریاں محفوظ ہیں، نہ مسجدیں محفوظ ہیں، نہ امام بارگاہیں محفوظ ہیں، نہ مزار محفوظ ہیں اور نہ کسی کی حرمت و تقدس محفوظ ہے۔ مسلمانوں سے کوئی بھی نہیں ڈرتا کیونکہ یہ صرف دھمال ڈالتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اور انکے اندر جرأت اس راہ کو اور اُس دین کو بچانے کیلئے حوصلہ نہیں ہے جسے سید الشہداءؑ نے کربلا میں پیش کیا تھا۔ (اُستادِ بزرگوار سید جواد نقوی)

اسلامک ایجوکیشن سینٹر کراچی

www.pairwan-e-wilayat.com